بسم اللہ الرحمن الرحیم

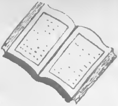

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

ابریل - مئی ۱۹۶۲ء

الفرقان

خاتم النبیین نمبر

جناب مودودی صاحب کے تازہ رسالہ "ختم نبوت" کا جواب

ذوالقعدہ - ذوالحجۃ ۱۳۸۱

ایڈیٹر
ابوالعطاء جالندھری

شبیہ مبارک

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آپ ہی اس زمانہ میں قوموں کی زندگی اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا آسمانی پیغام لانے والے ہیں - فرماتے ہیں -

قوم کے لوگو! ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب
وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار

رسالہ «مباحثہ مصر»

پر ایک اور تبصرہ

جناب ایڈیٹر صاحب (صدق جدید) مباحثہ مصر کے متعلق لکھتے ہیں :-

"عیسائیت کے رد میں ایک مدلل رسالہ - ساری بحث ان عنوانوں کے ماتحت ہے -

(۱) کیا یسوع مسیح کے سوا کوئی بے گناہ ہے؟
(۲) کیا یسوع مسیح حقیقتاً خدا ہے؟
(۳) کیا مسیح صلیب پر فوت ہؤا؟

مسیحیت پر ان کی گرفتیں اہم اور بڑی وزن دار ہیں اور جنہیں مسیحیوں سے گفتگو کرنا ہوتی ہے ان کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہی ہو گا -" (صدق جدید لکھنو ۲۳ مارچ ۱۹۶۲ء) قیمت دس آنے

ملنے کا پتہ مکتبہ الفرقان ربوہ

خاتم کی معنی

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل

۱ خاتم کے معنی مہر ہیں تصدیق کے لئے
تکمیل امر ہونے کی توثیق کے لئے

۲ جتنے نبی بھی آئے کہ آئندہ ہوں کبھی
زینت بھی ہے، ثبوت بھی، مہر محمدی

۳ قرآن سے، حدیث سے، پھر عقل و نقل سے
ثابت بوجہ احسن و اکمل کیا اسے

۴ اے بوالعطاء خدا سے ملے آپ کو ثمر
توڑا ہے علمی ضرب سے مودودی کا حجر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعلیمی، تربیتی اور تبلیغی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

یعنی

مذاہبِ عالم پر نظر

جلد ۱۲

شمارہ ۵،۴

خاتم النبیّین نمبر

مولانا مودودی صاحب کے تازہ رسالہ "ختم نبوت" کا مکمل جواب

بدل اشتراک
پاکستان و بھارت :- چھ روپے
دیگر ممالک :- ۱۲ شلنگ
اس خاص پرچہ کی قیمت :- سوا روپیہ
چندہ پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھجوایئے!

ایڈیٹر
ابو العطاء
جالندھری

اعزازی اراکین ادارۂ تحریر
۱۔ قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری - ربوہ
۲۔ صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب - "
۳۔ مولانا محمد سلیم صاحب فاضل - دہلی
۴۔ شیخ مبارک احمد صاحب " نیروبی
۵۔ مولوی غلام باری صاحب سیف - ربوہ
۶۔ میاں عطاء الکریم صاحب شاہد - "

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۲ شمارہ ۴، ۵	الفرقان، ربوہ خاتم النبیّین نمبر	ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ اپریل، مئی ۱۹۶۲ء

القول المبین فی تفسیر خاتم النبیّین

الفہرست

۱۔ دیباچہ - چند ابتدائی ضروری باتیں	ص ا
۲۔ فصل اوّل - جماعت احمدیہ اور عقیدہ ختم نبوت (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تیس اقتباسات)	۸
۳۔ فصل دوم - آیت خاتم النبیّین کا سیاق و سباق	۱۴
۴۔ فصل سوم - قرآن مجید کی دوسری آیات کے رو سے خاتم النبیّین کی تفسیر	۱۹
۵۔ فصل چہارم - احادیث نبویؐ کی روشنی میں خاتم النبیّین کا مفہوم	۳۱
۶۔ فصل پنجم - صحابہ کا اجماع اور مسیلمہ کذاب کا دعویٔ نبوت	۵۳
۷۔ فصل ششم - خاتم النبیّین کا صحیح مفہوم اور علماء و صلحاءِ امت کے بیانات	۶۳
۸۔ فصل ہفتم - لغت کے رُو سے خاتم النبیّین کے معنے	۸۲
۹۔ فصل ہشتم - نزولِ مسیح کے متعلق احادیث و عقیدۂ ختم نبوت (خروج دجال کے بارے میں مودودی صاحب کی انوکھی تاویل)	۹۱
۱۰۔ فصل نہم - کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟	۱۰۷
۱۱۔ فصل دہم - جناب مودودی صاحب کے امورِ متفرقہ پر ایک نظر	۱۱۲
۱۲۔ خاتمہ - مسئلۂ فلسطین کا حل، دجال کا استیصال اور غلبۂ اسلام کا ایمان پرور اعلان	۱۱۵
۱۳۔ پادری عبدالحق صاحب کا صریح فرار	ٹائیٹل صفحہ ۳

اعتراف اور شکریہ

اس مقالہ کی تدوین میں مَیں نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے مدظلہ العالی کی مفید کتاب "ختم نبوت کی حقیقت" سے استفادہ کیا ہے۔ الفرقان کے خاتم النبیّین نمبر (دسمبر ۱۹۵۲ء) کے عام مضامین کے علاوہ برادر مرحوم جناب ملک عبدالرحمٰن صاحب خادم رضی اللہ عنہ آف گجرات کے شائع شدہ مضمون سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ نیز برادرم محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل لائلپوری کی شاندار کتاب "شانِ خاتم النبیّین" نیز ان کے مسودہ جات اور مشوروں سے بھی مجھے کافی فائدہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر بخشے۔ آمین ◆

خاکسار ابوالعطاء جالندھری (۲۲ر اپریل ۱۹۶۲ء)

(طابع و ناشر:- ابوالعطاء جالندھری ◆ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ◆ مقام اشاعت دفتر الفرقان ربوہ)

القول المبین
فی
تفسیر خاتم النبیین

خاتم النبیین کے حقیقی معنے اور صحیح تفسیر

مولانا مودودی کے تازہ رسالہ "ختم نبوت" کا مکمل جواب

دیباچہ

چند ابتدائی ضروری باتیں!

(۱) خاتم النبیین کے متعلق دو نظریے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں، سب زمانوں اور ساری قوموں کے لئے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کو وہ مقام بخشا جو انسانیت کا انتہائی نقطہ اور نبوت کا آخری کمال ہے انبیاء انسانوں میں بہترین وجود ہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں میں سے سب سے بہتر، افضل اور اکمل فرد ہیں۔ آپ کے اس مقام کو قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید کو کلام الٰہی ماننے والے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لاتے ہیں۔ اس مقدس کلمہ اور اعلیٰ ترین لقب کی تفسیر و تشریح میں اختلاف ہو سکتا ہے مگر اس بارے میں قطعاً کوئی اختلاف نہیں ہے کہ سرورِ کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ امر قرآن مجید کی صریح نص میں مذکور ہے۔

خاتمیت محمدیہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے والوں کے دو مختلف نظریے ہیں۔ (۱) پہلا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت نے دیگر انبیاء کے فیوض کو بند کر کے فیضانِ محمدی کا وسیع دروازہ کھول دیا ہے۔ آپ کی اُمت کے لئے آپ کی پیروی کے طفیل وہ تمام انعامات ممکن الحصول ہیں جو پہلے منعم علیہم لوگوں کو ملتے رہے ہیں۔

(۲) دوسرا نظریہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت فیضانِ محمدی کے بند ہونے کے مترادف ہے۔ آپ کی اُمت ان تمام اعلیٰ انعامات سے محروم ہو گئی ہے جو بنی اسرائیل یا پہلی اُمتوں کو ملتے رہے ہیں۔

(۲) منکرینِ فیضانِ محمدی کے دو گروہ

اب اس دوسرے نظریے کے قائلین

کے پھر دو گروہ ہیں ۔ اوّل جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس روحانی اصلاح کی ضرورت پیش آنے والی ہے اس کے لئے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمانوں سے نزول فرمائیں گے دوم جن کا عقیدہ ہے کہ مسیح و مہدی کی آمد کا خیال غیر اسلامی ہے اور یہ مجوسیت سے اسلام میں آیا ہے ۔ نہ مسیح آسمانوں پر زندہ ہیں اور نہ وہ آئیں گے ۔ یہ محض خیال خام ہے ۔

یہ دوسرا گروہ علامہ اقبال اور ان کے ہمنوا تعلیم یافتہ لوگوں کا ہے ۔ منکرین فیضانِ محمدی میں سے پہلا گروہ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا ہے ۔ جماعت احمدیہ اور بہت سے علماء محققین کا اعتقاد یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہمیشہ جاری ہے اور آپ کی امت کے لئے جملہ انعاماتِ الٰہیہ کا حاصل کرنا ممکن ہے ۔

جناب مودودی صاحب منکرینِ فیضانِ محمدی کے جس مکتبِ فکر کی نمائندگی کے مدعی ہیں ۔ ان میں سے جمہور محققین کو ان سے سخت اختلاف ہے ۔ مودودی صاحب نے حال میں (مارچ ۱۹۶۲ء میں) جو رسالہ "ختم نبوت" کے عنوان سے شائع کیا اس میں آپ نے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو جسمانی طور پر زندہ مانتے ہوئے یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہی آخری زمانہ میں جسمانی طور پر نزول فرمائیں گے مگر وہ اپنی اس بعثت میں نبی نہ ہوں گے ۔ مسیح ابن مریمؑ کی جسمانی آمد کے عقیدہ سے جہاں تعلیم یافتہ مسلمانوں کو تعجب ہو رہا ہے وہاں ان کے "مسلوب النبوۃ" ہو کر آنے کے نظریہ کو امت کے اکابر علماء سراسر غلط ٹھہرا رہے ہیں ۔ [illegible] ہے کہ مودودی [illegible] حضرت مسیح [illegible] معیاری شخصیت کے جو رسولاً الیٰ بنی اسرائیل (آل عمران : ۴۹) کے مصداق ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے قائل ہیں مگر امتِ محمدیہ میں سے کسی معیاری شخصیت کے آنے کے قائل نہیں ۔ جناب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں :-

> " [illegible] تو رسول خدا کے بعد کسی بھی انسان کو معیارِ حق ماننے کے لئے تیار نہیں لیکن کتاب و سنّت کا فیصلہ یہ ہے کہ رسولِ خدا کے بعد قیامت تک معیاری شخصیتیں آتی رہیں گی ۔" (رسالہ مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت صفحہ ۲۱)

(۳) علامہ اقبال کی طرف سے احمدیہ نظریہ کی معقولیت کا اعتراف

علامہ اقبال اور دوسرے جدید تعلیم یافتہ لوگ حضرت مسیح کی جسمانی آمد کے خیال کو مجوسیت کا نظریہ ٹھہراتے ہیں اور مودودی صاحب احادیث کی بنا پر مسیح کے جسمانی طور پر آسمانوں سے اترنے کے قائل ہیں ۔ یہ دو متضاد نظریئے ہیں ... افراط و تفریط کی دو متقابل راہیں ۔ ظاہر ہے کہ جب تک پہلے از روئے قرآن مجید حضرت مسیح کا آسمان پر

جانا اور زندہ ہونا ثابت نہ کیا جائے تب تک ان کے جسمانی نزول کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ قرآن مجید سے ان کی وفات ثابت ہے۔ اگر ایسی کوئی حدیث ہو جس میں مسیحؑ کے اُترنے کا ذکر آئے تو نصوص قرآنیہ کے مقابلہ پر ہونے کی وجہ سے اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ ابھی کل کی بات ہے کہ شیخ الازہر مفتی الدیار المصریہ جناب علامہ محمود شلتوت نے کھلے طور پر فتویٰ دے دیا ہے کہ قرآن مجید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ دسمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۵۳-۵۴)

ان سے پہلے شیخ الازہر الاستاذ المراغی المرحوم بھی فرما چکے ہیں:-

"الظاهر منه انه توفاه و اماته ثم رفعه و الظاهر من الرفع بعد الوفاة انه رفع درجات عند الله كما قال في ادريس عليه السلام ورفعناه مكاناً علياً" (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۴)

کہ آیت سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو وفات دے کر پھر رفع فرمایا ہے اور وفات کے بعد رفع سے یہی مراد ہے کہ اللہ کے نزدیک ان کے درجات بلند ہوئے جیسا کہ حضرت ادریسؑ کے متعلق آیت ورفعناہ مکاناً علیاً میں مراد ہے۔"

قارئین کرام غور فرمائیں کہ اس صورت میں جناب مودودی صاحب کا اپنے مزعومہ دعویٰ پر اصرار کہ حضرت مسیحؑ ضرور جسم سمیت آسمان سے اُتریں گے کس طرح درست اور معقول قرار دیا جا سکتا ہے؟

علامہ اقبال نے احمدیت کی مخالفت کرتے ہوئے بھی اعتراف کیا ہے کہ:-

"جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیحؑ کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور رجعتِ مسیحؑ گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو روحانی حیثیت سے اس کا مشابہ ہے۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا عقلی رنگ چڑھ جاتا ہے۔"

(رسالہ علامہ اقبال کا پیغام ملّتِ اسلامیہ کے نام صفحہ ۲۲-۲۳)

گویا علامہ اقبال بھی آمدِ مسیحؑ کے متعلق جماعتِ احمدیہ کے نظریہ کو معقول قرار دیتے ہیں۔ پس مودودی صاحب کو اگر حضرت مسیحؑ کے جسمانی نزول پر اصرار ہو تو انہیں پہلے حضرت مسیحؑ کی جسمانی آسمانی زندگی از روئے قرآن مجید ثابت کرنی چاہیئے جو محال ہے۔

(۴) آنے والا مسیح بہرحال نبی ہے

مودودی صاحب اس ضمن میں دوسری صریح غلطی یہ کر رہے ہیں کہ وہ مسیحؑ کی آمدِ ثانی پر اسے مسلوب النبوۃ قرار دیتے ہیں حالانکہ نبی کبھی بھی

منصبِ نبوت سے معزول نہیں ہوتا مسلمانوں کا مسلّم عقیدہ ہے ؎

وانّ الانبیاء لفی امان
عن العصیان عمداً واعتزال

عہدۂ نبوت کے لئے حکومتوں کے پریذیڈنٹوں کی طرح پانچ یا دس سال کی مدّت مقرر نہیں ہوتی جس کے بعد نبی "سابق صدر" کی اصطلاح کے مطابق "سابق نبیؐ" کہلانے لگ جائے ۔ نبی ہمیشہ نبی ہوتا ہے اور ہر جگہ نبی ہوتا ہے ۔ حضرت مسیحؑ فرماتے ہیں وجعلنی نبیّاً وجعلنی مبارکاً اینما کنتُ واوصانی بالصّلوٰۃ والزّکوٰۃ مادمتُ حیّاً (مریم ۳۲،۳۱) کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نبی بنایا اور بابرکت بنایا خواہ میں کسی جگہ ہوں اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے اس نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کی وصیّت کی ہے ۔" آنے والے مسیح کو النواس بن سمعان کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ نبی اللّٰہ قرار دیا ہے (صحیح مسلم) نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال لکھتے ہیں :-

"مَن قال بسلب نبوّتہ
فقد کفر حقّاً کما صرح
بہ السیوطی فانہ نبیّ
لا یذھب عنہ وصف
النبوّۃ فی حیاتہ ولا
بعد وفاتہ ۔
کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ حضرت
مسیحؑ نبوت سے علیحدہ ہو کر آئیں گے
وہ کھلا کافر ہے جیسا کہ امام سیوطی
نے تصریح کی ہے ۔ حضرت مسیح بہرحال
نبی ہیں ۔ وصفِ نبوت ان سے نہ زندگی
میں الگ ہو سکتا ہے اور نہ ان کی
وفات کے بعد ۔" (حجج الکرامہ ص۴۳۱)

اس موضوع پر تفصیلی بحث اگلے صفحات میں بھی درج ہوگی مگر یہ تو عیاں ہے کہ مودودی صاحب اپنے خیالات میں جہاں قرآن و سنّت کے خلاف چل رہے ہیں وہاں وہ سلف صالحین کے اصولی نظریات کی مخالفت کرنے سے بھی نہیں چوکتے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے ایسے ہی غلط نظریات کا تفصیلی تجزیہ کرنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو لکھنا پڑا تھا کہ :-

"مودودی صاحب کا کتاب و سنّت
کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ
ہے وہ نہ کتاب کو مانتے ہیں اور
نہ وہ سنّت کو مانتے ہیں بلکہ وہ
خلافِ سلف صالحین ایک نیا مذہب
بنا رہے ہیں اور اسی پر لوگوں کو چلا کر
دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں ۔"
(کتاب مودودی دستور ص۴۶)

(۵) عجیب مشابہت ! مودودی صاحب کے لئے لمحۂ فکریہ !

مودودی صاحب اپنے رسالہ کے آخر میں لکھتے ہیں :-

"حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے درپے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ آخر کار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بناء پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو، لڑ کر ملک فتح کرے۔ بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین میں جمع کر دے اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کر دے لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔"

(رسالہ ختم نبوت ۶۰-۶۱)

ہم نے مودودی صاحب کی عبارت کے آخری حصہ کو خاص طور پر نمایاں کر دیا ہے۔ اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ یہودی قوم کو بھی ایک مسیح کی خبر دی گئی تھی یہود نے اس کے بارے میں کچھ توقعات قائم کر لی تھیں مگر حضرت مسیح کا ظہور یہود کی توقعات کے خلاف ہوا۔ جس پر بقول مودودی صاحب "یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے"۔ میں عرض کرتا ہوں کہ مسلمان علماء بھی آنے والے مسیح موعود کے متعلق کچھ توقعات رکھتے تھے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان علماء کی توقعات کے خلاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہو کر آئے تو ان علماء نے آپ کی مسیحیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے جس پر مودودی صاحب کا زیر نظر تازہ رسالہ زندہ گواہ ہے۔ جناب مودودی صاحب اور ان کے ساتھیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ فرمایا:-

لیأتین علی امتی کما أتی
علی بنی اسرائیل حذو
النعل بالنعل حتی ان کان
منهم من أتی امه علانیة
لکان فی امتی من یصنع
ذٰلك۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۵۲)

ترجمہ - میری امت پر وہ تمام حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آ چکے ہیں۔ اسی طرح جس طرح ایک جوتی دوسری جوتی کے مشابہ ہوتی ہے یہاں تک

کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والے بدبخت ہوں گے۔"

کیا مسلمانوں کے حالات اور اپنے بیان کے مندرجہ بالا اقتباس کو مدنظر رکھ کر مودودی صاحب اور ان کے رفقاء کے لئے لمحۂ فکریہ پیدا نہیں ہوتا؟

الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ ٭

فصل اوّل

جماعت احمدیہ اور عقیدۂ ختم نبوّت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کے تیس اقتباسات

(۱)

حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے احمدیوں کو خطاب کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزّت دیں گے وہ آسمان پر عزّت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدّم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدّم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔"

(کشتی نوح صفحہ ۲۳)

اس بنیادی ہدایت کی روشنی میں جماعت احمدیہ قرآن مجید پر نہایت محکم ایمان رکھتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیّین قرار دیا ہے اسلئے ہر احمدی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ احمدیوں کو منکر ختم نبوّت قرار دینا گویا انہیں احمدیت سے

خارج قرار دیتا ہے جو سراسر غلط اور غیر صحیح ہے۔ حیرت ہے کہ علماء محض عداوت کی وجہ سے یہ غیر معقول پوزیشن اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اب ہم ذیل میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی تحریرات سے بیشؔ اقتباس درج کرتے ہیں۔ یہ تحریرات آپ کی ابتدائی کتاب براہین احمدیہ سے لے کر آپؑ کے آخری مکتوب مطبوعہ اخبار عام لاہور مورخہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء ہی آپؑ کی تاریخ وفات ہے۔ ان اقتباسات سے ہر شخص کو معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور احمدی کس محبت، کس خلوص، کس عقیدت اور کس یقین و وثوق سے سید ولد آدم حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اِن تحریرات کی روشنی میں ہر پڑھنے والا اندازہ لگا سکتا ہے کہ غیر احمدی علماء احمدیوں کو "منکرین ختم نبوت" قرار دینے میں سراسر بے انصافی اور ظلم کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ اقتباسات حسب ذیل ہیں:-

(۱) "سبحان اللہ ثم سبحان اللہ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کس شان کے نبی ہیں۔ اللہ اللہ کیا عظیم الشان نور ہے جس کے ناچیز خادم، جس کی ادنیٰ سے ادنیٰ اُمت، جس کے احقر سے احقر چاکر مراتب مذکورہ بالا تک پہنچ جاتے ہیں۔ اللّٰھمّ صلّ علیٰ نبیّک وحبیبک سیّد الانبیاء وافضل الرسل و خاتم النبیّین محمّد وآلہٖ و اصحابہٖ و بارِک وسلّم۔"
(براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۶ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

(۲) "ہمارا اعتقاد جو ہم دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالےٰ اس عالم گذران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھوں سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔" (ازالہ اوہام حصہ اوّل صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۳) "میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ ایسا ہی میں ملائکہ اور معجزات لیلۃ القدر وغیرہ کا قائل ہوں۔" (تقریر واجب الاعلان صفحہ ۵ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

(۴) "اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیدنا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے یا جو گزر چکا ہو۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

(۵) "تمام تعریفیں خدا کے لئے ثابت ہیں جو تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ اور درود وسلام اس کے نبیوں کے سردار پر جو اس کے دوستوں میں سے برگزیدہ اور اس کی مخلوقات اور ہر ایک پیدائش میں سے پسندیدہ اور خاتم الانبیاء اور فخر الاولیاء ہے۔ ہمارا سید، ہمارا امام، ہمارا نبی محمد مصطفیٰ جو زمین کے باشندوں کے دل روشن کرنے کے لئے خدا کا آفتاب ہے۔"

(نور الحق ص۱ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

(۶) "وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔" (اتمام الحجۃ ص۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

(۷) "مجھے اللہ جلّشانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ لا الٰہ الّا اللہ محمّد رسول اللہ میرا عقیدہ ہے اور ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیّین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔"

(کرامات الصادقین ص۲۵ مطبوعہ ۱۸۹۳ء)

(۸) "مجھ کو خدا کی عزّت وجلال کی قسم کہ میں مسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں اور تمام فرشتوں اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور میں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔"

(حمامۃ البشریٰ ص۸ مطبوعہ ۱۸۹۴ء)

(۹) "درود وسلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام برگزیدوں سے افضل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام اوّلین وآخرین کے سردار ہیں اور آپ کی آل پر کہ طاہر ومطہر ہیں اور آپ کے اصحاب پر کہ حق کا نشان اور اللہ کی حجت ہیں اہلِ جہان کے لئے۔" (انجام آتھم ص۶۲ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

(۱۰) "اگر دل سخت نہیں ہو گئے تو اس قدر دلیری کیوں ہے کہ نخواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقی معنے کی رُو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے، تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہلِ قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔"

(سراج منیر ص۳ مطبوعہ ۱۸۹۷ء)

(۱۱) "ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سیّد ومولیٰ حضرت محمّد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلسنّت کے قائل ہیں۔" (کتاب البریہ حاشیہ ص۸۲ مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

(۱۲) "قرآن شریف میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام خاتم النّبیّین رکھ کر اور حدیث میں خود آنحضرتؐ نے لا نبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ کر دیا تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں آسکتا۔" (کتاب البریہ حاشیہ ص۱۸۵)

(۱۳) "قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟"
(کتاب البریہ حاشیہ ص۱۹۱ مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

(۱۴) "ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔"
(ایام الصلح ص۸۶-۸۷ مجریہ ۱۸۹۹ء)

(۱۵) قرآن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔" (اربعین نمبر۲ ص۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

(۱۶) "ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا ولٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیّین۔" (ایک غلطی کا ازالہ مطبوعہ ۱۹۰۱ء)

(۱۷) "عقیدے کی رُو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔" (کشتی نوح ص۱۵ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۱۸) "ایک وہ زمانہ تھا کہ انجیل کے واعظ بازاروں اور گلیوں اور کوچوں میں نہایت دریدہ دہنی اور سراسر افترا سے ہمارے سید و مولیٰ خاتم الانبیاء اور افضل الرسل والاصفیاء اور سید المعصومین والاتقیاء حضرت محبوب جناب احدیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ قابلِ شرم جھوٹ بولا کرتے تھے کہ جناب سے کوئی پیشگوئی یا معجزہ ظہور میں نہیں آیا۔ اور اب یہ زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے علاوہ اُن ہزارہا معجزات کے جو ہمارے سرور و مولیٰ شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف اور احادیث میں اس کثرت سے مذکور ہیں جو اعلیٰ درجہ کے تواتر پر ہیں، تازہ بتازہ صدہا نشان ایسے ظاہر فرمائے ہیں کہ کسی مخالف اور منکر کو ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔"
(تریاق القلوب ص۴ مجریہ ۱۹۰۲ء)

(۱۹) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور

اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپؐ کا وارث ہوگا۔" (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ص۶ مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

(۲۰) "صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکامِ شریعتِ جدیدہ ساتھ رکھتی ہو۔ یا ایسا دعویٰ ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے الگ ہو کر دعویٰ کیا جائے لیکن ایسا شخص جو ایک طرف اس کو خدا تعالیٰ اس کی وحی میں اُمتی بھی قرار دیتا ہے پھر دوسری طرف اس کا نام نبی بھی رکھتا ہے، یہ دعویٰ قرآن شریف کے احکام کے مخالف نہیں ہے کیونکہ یہ نبوت بباعث اُمتی ہونے کے دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ایک ظلّ ہے، کوئی مستقل نبوت نہیں۔" ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۷۷، ۱۷۸)

(۲۱) "ہم مسلمان ہیں، ایمان رکھتے ہیں خدا تعالیٰ کی کتاب فرقان حمید پر۔ اور ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے نبی اور اس کے رسول ہیں اور وہ سب دینوں سے بہتر دین لائے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔"

(مواہب الرحمٰن ص۶۶ مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

(۲۲) "پانچواں ہزار نیکی اور ہدایت کے پھیلنے کا ہے وہ ہزار ہے جس میں ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے۔"

(لیکچر لاہور مطبوعہ ۱۹۰۴ء ص۳۱)

(۲۳) "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔"

(پیغام امام ص۸ لیکچر ۱۹۰۵ء)

(۲۴) "مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اُس کا لاکھواں حصہ بھی وہ لوگ نہیں مانتے۔" (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

(۲۵) "اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔ شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے مگر وہی جو پہلے اُمتی ہو۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۶ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

(۲۶) "ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔" (حقیقۃ الوحی ص۹۳ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

(۲۷) وانّ نبیّنا خاتم الانبیاء ولا نبیّ بعدہ الّا الّذی ینوّر بنورہ ویکون ظہورہ ظلّ ظہورہ۔"

(الاستفتاء ص۲۲ ۱۹۰۷ء)

(۲۸) "اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۷ء)

(۲۹) "خدا اُس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔"

(چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

(۳۰) "یہ الزام جو میرے ذمہ لگایا جاتا ہے کہ گویا میں ایسی نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جس سے مجھے اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہتا اور جس کے یہ معنی ہیں کہ میں مستقل طور پر اپنے تئیں ایسا نبی سمجھتا ہوں کہ قرآن شریف کی پیروی کی کچھ حاجت نہیں رکھتا اور اپنا علیحدہ کلمہ اور علیحدہ قبلہ بناتا ہوں اور شریعتِ اسلام کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقتدا اور متابعت سے باہر جاتا ہوں یہ الزام صحیح نہیں ہے بلکہ ایسا دعویٰ نبوت کا میرے نزدیک کفر ہے ..... اور جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالیٰ کی ہمکلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا اور آئندہ زمانوں کے وہ راز میرے پر کھولتا ہے کہ جب تک انسان کو اس کے ساتھ خصوصیت کا قرب نہ ہو دوسرے پر وہ اسرار نہیں کھولتا۔ اور انہی امور کی کثرت کی وجہ سے اس نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ .... اِن معنوں سے میں نبی بھی ہوں اور اُمتی بھی تاکہ ہمارے سید و آقا کی وہ پیشگوئی پوری ہو کہ آنے والا مسیح اُمتی بھی ہوگا اور نبی بھی ہوگا۔ ورنہ وہ حضرت عیسےٰؑ جن کے دوبارہ آنے کے بارے میں ایک جھوٹی امید اور جھوٹی طمع لوگوں کو دامنگیر ہے وہ اُمتی کیونکر بن سکتے ہیں۔ کیا آسمان سے اُتر کر نئے سرے وہ مسلمان ہوں گے اور کیا اس وقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء نہیں رہیں گے؟" (مکتوب نوشتہ ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء مطبوعہ اخبار عام لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

فصل دوم

آیت خاتم النبیین کا سیاق و سباق

مودودی صاحب کا دعویٰ ہے کہ "جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنے سلسلہ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لئے جاویں اور یہ سمجھا جائے کہ حضور کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں" (کتابچہ ختم نبوت صفحہ ۱)

یاد رہے کہ لفظ خاتم النبیین سورۂ احزاب کی آیت ۴۰ میں وارد ہوا ہے۔ ساری آیت یوں ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا۔ اس کا لفظی ترجمہ یوں ہے "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔"

آیئے اب ہم مودودی صاحب کے مذکورہ بالا دعویٰ کی صحت کا جائزہ لیں۔ مفسّرین اور مؤرخین متفق ہیں کہ یہ آیت سنہ پانچ ہجری میں حضرت زیدؓ کے حضرت زینبؓ کو طلاق دینے اور پھر حضرت زینبؓ سے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کر لینے کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے ان کفار و منافقین کے اعتراضات کا جواب دیا ہے جو حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح پر طعن و تشنیع اور بہتان و افتراء کے طوفان اٹھا رہے تھے ..... ان کا اولین اعتراض یہ تھا کہ آپؐ نے اپنی بہو سے نکاح کیا ہے حالانکہ آپؐ کی اپنی شریعت میں بھی بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں یعنی جس شخص کی مطلقہ سے نکاح کیا گیا ہے وہ بیٹا تھا کب۔ کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا؟ تم لوگ تو خود

جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
مرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں۔"
(ص۵-۶)

ناظرین کرام! جناب مودودی صاحب کے بیان کا یہ حصہ بالکل درست ہے۔ آیت کے اگلے حصے کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

"پہلے فقرے کے بعد ولٰکن (مگر)
کے لفظ سے دوسرا فقرہ شروع کرنا
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے
فقرے میں مخاطب کی ایک بات کا
جواب ہو جانے کے باوجود اس کا
ایک سوال یا اعتراض باقی رہ
گیا تھا جس کا جواب دوسرے فقرے
میں دیا گیا ہے۔" (حاشیہ ص۷)

اس حد تک درست نتیجہ پر پہنچنے کے بعد آگے مودودی صاحب کی ٹھوکر کا باعث یہ ہے کہ انہوں نے باقی رہ جانے والے "سوال یا اعتراض" کو قرآن مجید کی آیات سابقہ کی روشنی میں متعین نہیں کیا اور محض قیاسی ڈھکوسلے سے اگلے حصۂ آیت "ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین" کو اپنے ان فرضی سوالوں کا جواب قرار دیدیا ہے کہ "آخر اس نکاح کا کرنا کیا ضرور تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی؟"

اگر مودودی صاحب قرآن پاک پر تدبر فرماتے تو اس تکلف اور تعصب کی ہرگز ضرورت نہ تھی۔ بات بالکل واضح تھی اور سیاق و سباق معیّن طور پر نمایاں تھا۔

یہ درست ہے کہ کلمہ لٰکن **استدراک** کے لئے آتا ہے (دَفْعُ تَوَهُّمٍ نَاشِئٍ عَنْ كَلَامٍ سَابِقٍ) یعنی گزشتہ کلام سے پیدا ہونے والے سوال یا اعتراض کا ازالہ کرنے کے لئے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ سابقہ قرآنی آیات کے مطابق کفار و منافقین کے کس اعتراض کا جواب دوسرے حصۂ آیت ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں دیا گیا ہے اور وہ جواب کیا ہے؟ بات یوں ہے کہ مکی زندگی میں کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے لکھا ہے :-

"کہتے تھے کافر اس شخص کے بیٹا نہیں۔
زندگی تک ہے اس کا نام ہے پیچھے کون
نام لے گا؟" (موضح القرآن)

اس پر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ نازل ہوئی۔ کہ تیرا دشمن ہی ابتر رہے گا تجھے تو اللہ تعالیٰ اولاد کثیر عطا کرے گا۔ جلالین میں لکھا ہے :-

"نزلت فی العاص بن وائل
سمی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
ابتر عند موت ابنہ القاسم۔"
کہ یہ آیت عاص بن وائل کے متعلق
نازل ہوئی تھی جب اس نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے صاحبزادہ
قاسم کی وفات کے موقعہ پر ابتر کہا تھا۔
(جلالین جلد ۲ ص۲۷۵)

اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ سورۂ احزاب کی

آیت میں اعلان کیا جا چکا تھا النبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امّھاتھم کہ یہ پیغمبر مومنوں کا ان کی جانوں سے بھی زیادہ خیر خواہ ہے اس کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں "

ظاہر ہے کہ جب پیغمبر علیہ السلام کی بیویاں مومنوں کی مائیں ٹھہریں تو آپ لامحالہ مومنوں کے باپ قرار پائے۔

اب آگے چل کر حضرت زیدؓ کی مطلقہ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شادی کرنے پر کفار و منافقین کے جواب میں فرمادیا کہ:۔

ما کان محمدٌ ابا احدٍ من رجالکم

یعنی تم لوگ تو خود جانتے ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا سرے سے کوئی بیٹا ہے ہی نہیں"

اس بیان سے بہو سے شادی کر لینے کے اعتراض کا جواب تو بخوبی ہوگیا مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ دو سوال اُبھر کر سامنے آگئے:۔

(۱) شروع سورۂ احزاب کی آیت وازواجہ امّھاتھم میں بوجہ نبی ہونے کے آپؐ کو مومنوں کا باپ قرار دیا گیا تھا۔ اب جب آپؐ کسی کے باپ نہیں تو کیا پھر آپ کی نبوت و رسالت بھی جاتی رہی؟

(۲) مکہ میں دشمن آپؐ کو ابتر اور بے اولاد کہتے تھے قرآن مجید نے ان کی تردید کی تھی مگر اب خود ہی تسلیم کر لیا ہے کہ آپؐ کا کوئی بیٹا نہیں۔ کیا دشمنوں کا اعتراض درست ثابت ہوگیا؟

ان دو اعتراضوں کے جواب میں خداوند عزوجل فرماتے ہیں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی پہلے حصۂ آیت میں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی ابوت کی نفی ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ جسمانی طور پر آپؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن روحانی ابوت بدستور قائم ہے اور اس کا دائرہ زمانی اور مکانی طور پر بھی اور بلحاظ رتبہ و شرف بھی بہت وسیع ہے۔ پہلے لفظ **رسول اللہ** میں النبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم وازواجہ امّھاتھم والی روحانی ابوت کو ثابت فرمایا ہے کیونکہ ہر رسول اپنی اُمّت کا باپ ہوتا ہے اور اس کی اُمّت کے قائم رہنے سے اس کا نام باقی رہتا ہے۔ دوسرے لفظ **خاتم النبیین** میں اس بلند ترین روحانی ابوت کا اثبات فرمایا گیا ہے جو آیت انّا اعطینٰک الکوثر اور آیت انّ شانئک ھو الابتر میں ذکر کی گئی تھی۔ گویا فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنی اُمّت کے عام افراد کے ہی باپ نہیں بلکہ آپ نبیوں کے بھی باپ اور ان کو بھی روحانی زندگی بخشنے والے ہیں۔ پس اگر آپؐ کا جسمانی بیٹا کوئی نہیں تو کچھ ہرج نہیں آپؐ کی روحانی اولاد بے شمار ہے۔ آپؐ کی روحانی اولاد بلند ترین منصب کی وارث ہے کیونکہ آپ رسول اور خاتم النبیین ہیں۔

یہ تفسیر نہایت واضح اور سیاق و سباق کے عین مطابق ہے لیکن شاید اہل زیغ کے لئے اسلئے قابل

تسلیم نہ ہو کہ اس کا بیان کرنے والا ایک احمدی ہے اس لئے ہم ذیل میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ مدرسہ دیوبند کے الفاظ درج کرتے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

" حاصل مطلب آیۂ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا کہ ابوّت معروفہ تو رسول اللہ صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوّت معنوی اُمتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔ کیونکہ اوصاف معروض و موصوف بالعرض، موصوف بالذات کے فرع ہوتے ہیں۔ موصوف بالذات اوصاف عرضیہ کی اصل ہوتا ہے اور وہ اس کی نسل۔ اور ظاہر ہے کہ والد کو والد اور اولاد کو اولاد اسی طرح سے کہتے ہیں کہ یہ اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ فاعل ہوتا ہے۔ چنانچہ والد کا اسم فاعل ہونا اس پر شاہد ہے اور یہ مفعول ہوتے ہیں چنانچہ اولاد کو مولود کہنا اس کی دلیل ہے۔ سو جب ذات بابرکات محمدی صلعم موصوف بالذات بالنبوّۃ ہوئی اور انبیاء باقی موصوف بالعرض۔ تو یہ بات اب ثابت ہوگئی کہ آپ والد معنوی ہیں اور انبیاء باقی آپ کے حق میں بمنزلہ اولاد معنوی۔"

(رسالہ تحذیر الناس صفحہ ۱۰)

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی اس پاکیزہ اور معقول وضاحت کے بعد اب ذرا مودودی صاحب کی بے تکی تنقید بھی ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں :-

" آخر اس بات کا کیا تُک ہے کہ اُوپر سے تو نکاح زینب رضی اللہ عنہا پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کئے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکایک یہ بات کہہ ڈالی کہ محمدؐ نبیوں کی مُہر ہیں آئندہ جو نبی بھی بنے گا ان کی مُہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے بلکہ اس سے وہ استدلال اُلٹا کمزور ہو جاتا ہے جو اُوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔" (صفحہ ۹)

افسوس کہ مودودی صاحب اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکے کہ کفار کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کی مطلقہ سے شادی کر لی ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مرد کے باپ نہیں تو آپ کی روحانی ابوّت کے اثبات کا سوال فوراً پیدا ہو گیا تھا۔ اور یہی موقعہ

تھا کہ بتایا جاتا کہ گو جسمانی طور پر آپؐ کسی مرد کے باپ نہیں مگر مت سمجھو کہ اب آپؐ کا نام کون لے گا، آپؐ کی تعریف کون کرے گا۔ کیونکہ آپؐ کو روحانی ابوت کے لحاظ سے صاحب الکوثر ہونے کا مقام حاصل ہے۔ سب اہلِ ایمان آپؐ کے رسول ہونے کے لحاظ سے آپؐ کے فرزند ہیں اور سب انبیاء بھی آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کے لحاظ سے آپؐ کی معنوی اولاد ہیں اور یہ سلسلہ بند نہیں بلکہ آپؐ کی مُہر اور روحانی توجہ اور قوتِ قدسیہ ہمیشہ نبی تراش ثابت ہوتی رہے گی۔ پس آپ کا محمدؐ (قابل تعریف وجود) ہونا اس بات کا محتاج نہیں کہ آپ کا جسمانی بیٹا ہو آپ کی محمدیت کو اللہ تعالیٰ آپؐ کے رسول اللہ اور خاتم النبیین ہونے سے ثابت کرتا رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خاتم الانبیاء کے اسی مفہوم کے بارے میں فرمایا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوضِ نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمالِ نبوت صرف اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباعِ نبوی کی مُہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔ غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دُور کیا جائے۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کہ کوئی شخص براہِ راست مقامِ نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغِ نبوتِ محمدیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحبِ کمال ایک جہت سے تو اُمتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتسابِ انوارِ محمدیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔" (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی ملاں)

ہمارے نزدیک یہ مودودی صاحب کی کوتاہ فہمی ہے کہ وہ سورۂ احزاب کے خاتم النبیین والے رکوع کو صرف حضرت زینبؓ کے نکاح پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات تک محدود سمجھتے ہیں حالانکہ ان آیات میں دیگر معارف وحقائق کا بھی ایک بحرِ زخّار موجود ہے۔ مودودی صاحب کے نزدیک خاتم النبیین کے معنے صرف آخری نبی لینے اسلئے لازمی ہیں کیونکہ اسے متبنّٰی کی رسم کے ابطال کے سلسلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے کہ چونکہ آپؐ کے بعد اور کوئی نبی آنے والا نہ تھا اسلئے آنحضرتؐ کیلئے لازم تھا کہ اپنے اعلان کے علاوہ اپنے عمل سے یعنی

حضرت زینبؓ سے شادی کر کے بھی اس رسم کو باطل کریں اور لوگوں کے دلوں سے کراہت کے ہر تصوّر کا قلع قمع کر دیں۔" میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں کہ اس تعبیر و تفسیر کو من وعن مان لینے سے بھی اتنا ہی ثابت ہوگا کہ آپؐ آخری صاحب شریعت نبی ہیں کیونکہ نئے احکام جاری کرنا صرف صاحب شریعت نبی کا کام ہے اُمّتی نبی کا کام نہیں۔ پس خاتم النبیین کے معنے مودودی صاحب کے اختراعی سیاق کے رُو سے یہی ہوں گے کہ آپؐ کے بعد کوئی شریعت لانے والا نبی آنے والا نہ تھا۔ اس سے اُمّتی نبی کی نفی لازم نہیں آتی۔ خاتم النبیین کا یہ مفہوم، یعنی شارع نبیوں میں سے آخری نبی، اگرچہ ناتمام ہے مگر ہمیں یہ بھی مسلّم ہے۔ کیونکہ امّت کے علماء محققین کا ایک عظیم گروہ ان معنوں کی تائید کرتا ہے جیسا کہ آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ جماعت احمدیہ کا اعتقاد ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخری شارع نبی ہیں آپ کی شریعت ہمیشہ قائم رہے گی اور آپؐ کے بعد کوئی شارع یا مستقل نبی نہ آسکتا نہ پیدا ہو سکتا ہے۔ صرف ایسے اُمّتی نبی اُمّت میں سے آسکتے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے یہ مقام حاصل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سیاق و سباق کے لحاظ سے بھی مودودی صاحب کا استدلال سراسر غلط ہے ٭

فصل سوم

قرآن مجید کی دوسری آیات کی رُو سے خاتم النبیّن کی تفسیر

جناب مودودی صاحب کے کتابچہ "ختم نبوّت" کے پڑھنے والے ہر اس شخص کو سخت مایوسی ہوگی جو یقین رکھتا ہے کہ " اَلْقُرْاٰنُ یُفَسِّرُ بَعْضُہٗ بَعْضًا" کے مطابق لفظ خاتم النبیّین کے معنے اور تفسیر کے لئے قرآن مجید کی دوسری آیات سے تائید پیش کی جانی چاہیئے۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے مزعومہ دعویٰ کے لئے احادیث اور اقوال اور حوالجات مفسّرین تو پیش فرمائے ہیں مگر اپنے دعویٰ کی تائید میں قرآن مجید کی ایک آیت تک پیش نہیں کی۔ بات واضح ہے کہ لفظ خاتم النبیّن کے معنوں اور تفسیر میں جو اختلاف ہے اس کا بہترین حل یہ ہے کہ قرآن مجید کی دوسری آیات جس معنی اور تفسیر کی تائید کر دیں وہی درست ہے۔

مودودی صاحب کے رویہ کے پیش نظر اب دو ہی صورتیں ہیں۔ اوّل یا تو لفظ خاتم النبیین کے ان معنوں کی جو مودودی صاحب کرتے ہیں قرآن مجید کی کسی آیت سے تائید نہیں ہوتی اسلئے مودودی صاحب معذور ہیں۔ دوم یا مودودی صاحب کے خیال میں ایسی آیت یا آیات تو ہیں مگر مودودی صاحب نے انہیں اس کتابچہ میں جس کے رُو سے جماعت احمدیہ ایسی تبلیغی اور اسلام کی فدائی جماعت کو کافر مرتد اور واجب القتل قرار دینا مقصود ہے درج نہیں کیا۔ یہ دوسری صورت بھی انتہائی تغافل اور مجرمانہ سہل انگاری ہے لیکن پہلی صورت میں تو فیصلہ یقینی طور پر مودودی صاحب کے خلاف ہے۔

ہم اپنے قارئین کو یقین دلاتے ہیں کہ دراصل جناب مودودی صاحب معذور ہیں کیونکہ قرآن مجید کے رُو سے ان کے بیان کردہ مفہوم کی کسی آیت سے ہرگز تائید نہیں ہوتی بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید سے صاف طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی آپ کی اُمت میں سے اصلاحِ خلائق کیلئے آپ کے اُمتی نبی آتے رہیں گے۔ آیاتِ ذیل پر غور فرمایا جائے :-

(۱) اللہ تعالیٰ اپنی سنتِ مستمرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ۝ (الحج : ۷۵) کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں سے بھی اور انسانوں میں سے بھی رسول منتخب کرتا ہے اور کرتا رہے گا کیونکہ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں لفظ یَصْطَفِیْ مضارع ہے جو استمراری طور پر حال اور مستقبل کے لئے مستعمل ہوا ہے شاعر کہتا ہے ؎

اَوَ کُلَّمَا وَرَدَتْ عُکَاظَ قَبِیْلَۃٌ
بَعَثُوْا اِلَیَّ عَرِیْفَھُمْ یَتَوَسَّمُ

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی سُنّت مذکور ہے دوسری جگہ فرماتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا کہ خدا کی سنت میں تبدیلی نہیں ہے۔ فرشتوں کا بھیجا جانا آج بھی سب مسلمانوں کو مسلّم ہے مگر تعجب ہے کہ وہ انسانوں میں سے کسی کے رسول بنائے جانے پر اعتراض کر رہے ہیں۔

(۲) یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

(الاعراف : ۳۵)

کہ اے آدمزادو! جب بھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں اور تم پر میری آیات پڑھیں تو یاد رکھو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرینگے اور اصلاح کریں گے ان پر نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

اس آیت میں یہ بشارت ہے کہ جب تک آدمزاد موجود ہیں اور صفحۂ زمین انسانوں سے آباد ہے ان میں نبی اور رسول آتے رہیں گے اور انسانوں کا فرض ہے

کہ ان پر ایمان لائیں۔

یاد رہے کہ اسی سورہ میں آیت ۲۶ اور ۲۷ اور ۳۱ میں بھی لفظ بنی آدم استعمال ہوا ہے۔ ان سے ہرگز ساری نسل آدم مراد ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو درحقیقت اس سے وہی لوگ مراد ہیں جو نزولِ قرآن مجید کے وقت اور اس کے بعد موجود تھے یا ہونے والے تھے۔ ایک آیت میں فرمایا یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کلّ مسجدٍ و کُلوا واشربوا ولا تسرفوا انّہٗ لا یحبّ المسرفین○ کہ اے آدمزادو! ہر مسجد میں اپنی زینت لیکر جاؤ، کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس بنی آدم سے حضرت آدمؑ کے وقت کی ان کی اولاد مخاطب تھی؟ پس آیت یٰبنی آدمَ اِمّا یاتینّکم رسلٌ منکم میں اصل خطاب آئندہ کے انسانوں سے ہے ہاں عمومی رنگ میں پہلے بھی شامل کئے جا سکتے ہیں مگر بہرحال اس کی تو ہرگز گنجائش نہیں کہ بنی آدم سے مراد صرف پہلے کے انسان ہوں۔ گویا بعد کے انسان آدم زاد ہی نہیں۔[1]

(۳) واذ ابتلیٰ ابراھیم
ربّہ بکلماتٍ فاتمّھنّ
قال انّی جاعلک للنّاس
اماماً۔ قال ومن ذرّیّتی
قال لا ینال عھدی الظّلمین○
(البقرہ : ۱۲۴)

یاد کرو جب حضرت ابراہیمؑ کو اسکے رب نے چند اوامر کے ذریعہ آزمائش کی اور حضرت ابراہیمؑ نے انہیں ٹھیک ٹھیک پورا کر دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! میں تجھے لوگوں کے لئے امام بناتا ہوں تو اب سے ہمارا نبی اور رسول ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی اے خداوند! میری اولاد میں بھی یہ سلسلۂ امامت جاری رکھیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں مگر ظالموں سے میرا یہ عہد نہیں ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ کی نسل کے لئے اسی امامت کا وعدہ فرماتا ہے جو حضرت ابراہیمؑ کو عطا ہوئی تھی۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ امامت سے مراد نبوت ہی ہے۔ لغت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور قرآن مجید میں فرمایا ہے وجعلنا فی ذرّیّتہ النبوّۃ (عنکبوت : ۲۸) کہ ہم نے نسلِ ابراہیم میں نبوت کو جاری کیا۔"

اس آیت کے رُو سے جب تک نسلِ ابراہیمؑ رُوئے زمین پر آباد ہے اور وہ ساری کی ساری الظالمین کے گروہ میں شامل نہیں ہو گئی ان میں سلسلۂ انبیاء و رسل جاری رہنا ضروری ہے۔

اگر مسلمان غور کریں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درود شریف میں کما صلّیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم اور کما بارکت علیٰ

[1] امام سیوطیؒ یٰبنی آدم کے متعلق لکھتے ہیں:- فانہ خطاب لاھل ذٰلک الزمان ولکل من بعدھم - کہ اس سے سب زمانوں کے لوگوں کو خطاب کیا گیا ہے۔ (اتقان جلد ۲)

ابراھیم وعلیٰ آلِ ابراھیم کے لفظ خاص طور پر کیوں مقرر فرمائے ہیں، اُن کی کیا حکمت ہے؟ تو وہ فوراً سمجھ سکتے ہیں کہ اب چونکہ جملہ ابراہیمی وعدول اور برکات کی وارث اُمّتِ محمدیہ ہی ہے اور ان سے باہر کے گروہ الظالمین میں شامل ہو گئے ہیں اسلئے اب یہ نعمت اور یہ امامتِ ابراہیمی صرف نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متّبعین کے لئے مخصوص ہے۔ باقی لوگ اس نعمت کے پانے سے محروم ہیں مگر حضرت خاتم النبیینؐ کے پیرو امامتِ ابراہیمی کے انعام کو پاتے رہیں گے۔

(۴) یا ایّھا النّبیّ انّا ارسلنٰک
شاھداً ومبشّراً ونذیراً و
داعیًا الی اللہ باذنہٖ وسراجًا
منیراًo وبشّر المؤمنین
بانّ لھم من اللہ فضلًا
کبیراًo (احزاب: ۴۶-۴۷)

ترجمہ:- اے نبی! ہم نے تجھے شاہد بنا کر بھیجا ہے تو مبشر اور نذیر ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے اسکی طرف بُلانے والا ہے اور تجھے روشن کرنے والا چراغ بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ پس تو مومنوں کو بشارت دے کہ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر مقدر ہے۔"

خاتم النبیین کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اُمّت کے مقام کی وضاحت کرتے ہوئے آپؐ کو سراجًا منیراً ٹھہرایا ہے۔ آپؐ ایسے روشن چراغ ہیں جس سے تمام آفاق میں نور پھیلے گا اور آپؐ اپنے اُمّتیوں کو منوّر کریں گے۔ لفظ سراجًا منیراً کے متعلق امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی لکھتے ہیں:-

"قال القاضی ابوبکر بن العربی
قال علماؤنا سمّی سراجاً لانّ
السراج الواحد یؤخذ منہ
السرج الکثیرۃ ولا ینقص
من ضوئہ شیئٌ"

ترجمہ:- کہ قاضی ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج (چراغ) اسلئے قرار دیا گیا کہ ایک چراغ سے صدہا دوسرے چراغ روشن کئے جا سکتے ہیں مگر اصل چراغ کی روشنی میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی۔" (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ صلا۱۷)

لوگ تو لفظ خاتم النبیین کو فضائلِ روحانیہ کے انقطاع کے لئے بطور دلیل ذکر کرتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجًا منیراً قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًاo (احزاب: ۴۷) کہ آپؐ اپنے اُمّتی مومنوں کو بشارت دیدیں کہ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضلِ کبیر (بڑا فضل) مقرر ہے۔

(۵) اُمّتِ محمدیہ کے لئے جو فضلِ الٰہی مقرر ہے اس کی تشریح خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی۔ فرمایا:-

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ
رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ
اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

(النساء : ۶۹ : ۷۰)

ترجمہ:- "جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے یعنی ان کے ہم پایہ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے انعام فرمایا ہے یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ہم درجہ ہوں گے۔ یہ لوگ بہترین رفیق ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے۔"

اس آیت پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اُمّتِ محمدیہ کے درجات و مراتب کا بیان ہے گویا سورۂ احزاب میں جس فضل کی بشارت دی گئی ہے وہ یہی چار درجات ہیں جو سورۂ نساء میں بیان ہوئے ہیں۔ اسی لئے ان کے ذکر کے بعد فوراً فرمایا ہے ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ - کہ یہ وہی موعود فضلِ الٰہی ہے جس کا وعدہ مومنینِ اُمّتِ خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۂ احزاب میں دیا گیا تھا۔ آیتِ خاتم النبیین کے آخر پر وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا لایا گیا ہے اور آیت مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کے آخر پر بھی اسی کے ہم معنے كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ذکر ہوا ہے تا صاف دلالت ہو کہ اس آیت میں خاتمیتِ محمدیہ کی تشریح کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ان انعامات اور افضال کا ذکر ہے جو آپ کی اُمّت کیلئے علیٰ قدرِ مراتب مقدر ہیں۔

امام راغب اپنی کتاب المفردات فی غریب القرآن میں لکھتے ہیں:-

"مَعَ يقتضى الاجتماع امّا
فى المكان نحوهما معًا فى الدار
او فى الزمان نحو وُلدا معًا او
فى المعنى كالمتضايفين نحو
الاخ والاب فان احدهما
صار اخًا للآخر فى حال ما
صار الآخر اخاه واما فى الشرف
والرتبة نحوهما معًا فى العلوّ"

(المفردات زیر لفظ مَعَ ص۴۸۲)

کہ لفظ مَعَ اجتماع کا متقاضی ہے اور یہ اجتماع چار طرح سے ہو سکتا ہے (۱) دونوں ایک مکان میں اکٹھے ہوں (۲) دونوں ایک زمانہ میں اکٹھے ہوں۔ (۳) دونوں ایک ہی معنی میں شریک ہوں (۴) دونوں ایک درجہ اور مرتبہ میں یکساں ہوں۔

ظاہر ہے کہ اُمّتِ محمّدیہ کے لئے سابق نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ زمانی اور مکانی معیّت حاصل نہیں تھی۔ سابق منعم علیہم لوگوں کے ساتھ اُمّتِ محمّدیہ کی معیّت صرف درجہ اور مرتبہ میں یکسانیت والی ہی ہوسکتی ہے۔ اسی قسم کی معیّت آیت قرآنی و توفّنا مع الابرار (آل عمران ۱۹۴) میں بھی مراد ہے۔ کیونکہ اس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں نیک ہونے کی صورت میں موت دیجیئے۔ یہ معنے ہرگز نہیں کہ جب کوئی نیک مرنے لگے تو ہماری بھی روح قبض کر لیجیئے۔ چونکہ آیت ومن یطع اللہ والرسول میں خیر اُمّت کے مراتب اور مناقب کا ذکر ہے، اس فضل کا بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اِس اُمّت کے لئے مقرر فرمایا ہے اسلئے اس جگہ اشتراک رتبہ کے معنے ہی ہوسکتے ہیں۔ اگر کہو کہ نبی کوئی نہیں بن سکتا تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اُمّت میں سے کسی کے صالح، شہید اور صدیق بننے کا بھی امکان نہیں کیونکہ مَعَ کا لفظ تو سب کے ساتھ ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مَعَ کے موقع کے لحاظ سے مختلف معنے ہوتے ہیں اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ مختلف معنوں میں آیا ہے جس سے بعض لوگوں کو غلطی لگ جاتی ہے لیکن لفظ مَعَ لغت اور آیات کی رُو سے اشتراک فی الرتبہ کے معنے بھی رکھتا ہے اور آیت زیر نظر میں اس معنی کے سوا کوئی معنے چسپاں نہیں ہوسکتے۔ ہماری اس تشریح سے ان لوگوں کی غلطی بالکل عیاں ہوجاتی ہے جو اِس آیت کے جواب میں آیات محمّدٌ رسول اللہ والّذین معہٗ۔ انّ اللہ مع المؤمنین۔ انّ اللہ مع الصّابرین۔ ھو معکم اینما کنتم پیش کرتے ہیں۔ یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(۶) اھدنا الصراط المستقیم
صراط الّذین انعمت علیھم
غیر المغضوب علیھم ولا
الضّآلّین ○ (سورۃ فاتحہ)

اے اللہ! تو ہمیں صراطِ مستقیم
کی طرف رہنمائی فرما اور ان لوگوں
کے راستہ پر چلا جن پر تونے انعام
فرمایا ہے۔ ان کی راہ سے بچا جو
مغضوب علیہم تھے یا گمراہ اور ضالین
تھے"!

اِس آیت میں اُمّتِ محمّدیہ کو مغضوب علیہم اور ضالین کی راہ سے بچنے اور مُنعَم علیہم کی راہ پر چلنے کی دُعا سکھلائی گئی ہے۔ احادیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مروی ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں یعنی جب ان دونوں پر روحانی زوال آیا تو وہ مغضوب علیہم اور ضالین بن گئے ورنہ پہلے وہ انعام پانے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکًا (المائدہ: ۲۰)۔ کہ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو یاد کرو کہ اس نے تم میں انبیاء پیدا کئے اور اس نے تمہیں بادشاہت عطا کی"۔

دونوں آیتوں پر یکجائی نظر کرنے سے صاف کھل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراط الذین انعمت علیھم کی خود تعلیم کردہ دعا میں در اصل مسلمانوں کو بشارت دی ہے کہ تم پر بھی بادشاہت اور نبوت کا انعام جاری رہے گا۔ کیونکہ یہ دونوں قومی انعام ہیں اور تم کو اب اللہ تعالیٰ نے منعم علیہم بنا نے کا فیصلہ فرمایا ہے تم خیر امت ہو اور حضرت خیر الرسل کے ماننے والے ہو اس لئے اب تم کو بھی یہ انعام ملتا رہے گا۔ البتہ یہ دعا کرتے رہو کہ خدایا ہمیں منعم علیہم بننے کے بعد پھر کبھی یہود و نصاریٰ کی طرح مغضوب علیہم یا ضالین نہ بنا ئیو۔

(۷) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ (آل عمران: ۸۱)

ترجمہ:- یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پختہ عہد لیا کہ میں نے جو تم کو کتاب اور حکمت دی ہے۔ پس اگر کوئی رسول تمہاری تعلیمات کا مصدق تمہارے پاس آئے تو اس پر ضرور ایمان لانا اور اس کی ضرور نصرت کرنا۔ فرمایا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس پر میرے عہد کو قبول کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔"

اس آیت میں نبیوں سے عہد لینے کا ذکر ہے۔ مراد یہی ہے کہ ہر نبی کے ذریعہ اس کی امت سے اقرار لیا گیا کہ آنے والے پیغمبر پر ایمان لائے اور اس کی تائید و نصرت کرے۔ اس آیت میں "رسول مصدق لما معکم" سے مطلق طور پر آنے والا رسول مراد ہے اور اس طرح یہ آیت صریح طور پر دلالت کرتی ہے کہ ہر نبی کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے اور یہ سلسلہ حتی دنیا تک جاری رہے گا۔

پھر اس آیت میں "رسول مصدق لما معکم" میں تنکیر کو تفخیم شان کے لئے بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور معنے یہ ہوں گے کہ اس میں سب سے بڑے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے سب امتیں آپ پر ایمان لانے کی مکلف ہیں۔ آپ کے بعد کے انبیاء آپ کے اظلال ہیں وہ اس صورت میں آپ کے وجود باجود میں ہی شامل ہوں گے۔

(۸) وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا

مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ لِيَسْئَلَ
الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ
اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝
(احزاب : ۷ - ۸)

ترجمہ:- یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے ان کا پختہ عہد لیا اور تجھ سے بھی۔ نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم علیہم السلام سے بھی ہم نے سب سے مضبوط عہد لیا تاکہ اللہ تعالیٰ صادقوں سے ان کی سچائی کے بارے میں دریافت کرے۔ اس نے کافروں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے۔"

اس آیت میں صراحت سے فرمایا ہے کہ جن انبیاء سے میثاق لیا گیا ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ سورۃ آل عمران والی آیت کو ساتھ ملا کر تدبر کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کے ذریعہ بھی یہ عہد لیا گیا ہے کہ مسلمان آنے والے نبیوں پر ایمان لاتے رہیں۔ ورنہ سورۃ احزاب کی آیت میں "وَمِنْكَ" کے الفاظ بے معنی قرار پاتے ہیں ۔۔۔ مشہور تفسیر حسینی میں اس آیت کے معنے یوں لکھے ہیں:-

"وَاِذْ اَخَذْنَا۔ یاد رکھو کہ لیا ہم نے مِنَ النَّبِيّٖنَ نبیوں سے۔ مِيْثَاقَهُمْ عہد ان کا اس بات پر کہ خدا کی عبادت کریں اور خدا کی عبادت کی طرف بلائیں۔ اور ایک دوسرے کی تصدیق کریں۔ یا ہر ایک کو بشارت دیں اس پیغمبر کی کہ ان کے بعد ہوگا۔ اور یہ عہد پیغمبروں سے روز الست میں لیا گیا۔ وَمِنْكَ اور لیا ہم نے تجھ سے بھی عہد اے محمدؐ۔"
(تفسیر حسینی اردو مطبوعہ نولکشور جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

(۹) مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (آل عمران ۱۷۹)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ مومنوں کو اسی حالت پر چھوڑ دے جس پر تم ہو۔ بلکہ وہ طیب و خبیث میں امتیاز کرتا رہے گا۔ مگر وہ تم کو (براہ راست) غیب پر مطلع نہ کرے گا لیکن وہ جس کو چاہے گا اپنے رسولوں کے طور پر منتخب کرے گا۔ تم اے مسلمانو! اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہوگا۔"

قارئین کرام! اس آیت میں خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم اور ساری امت مسلمہ سے ہے۔ پہلی قوموں سے نہیں

مسلمانوں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ وہ خبیث اور طیّب میں امتیاز کریگا لیکن اس کیلئے یہ صورت نہ ہوگی کہ براہِ راست ہر شخص کو یہ غیبی بات بتائی جائے کہ کون طیّب ہے اور کون نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس امتیاز کے لئے یہ طریق اختیار فرمائے گا کہ وہ اپنے برگزیدہ رسول مبعوث کرتا رہے گا۔ اس وعدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لائیں۔ ایمان لانے اور تقویٰ اختیار کرنے کی صورت میں انہیں اجرِ عظیم ملے گا۔

یہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے اُمتی نبیوں پر ایمان لانے کا میثاق ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے بعد صرف آپ کی اطاعت کرنے والے اور آپؐ کی شریعت کا نفاذ کرنے والے انبیاء ہی آسکتے ہیں جیسا کہ دوسری نص وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ سے بالبداہت ثابت ہے۔

(۱۰)(الف) وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا
نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ
الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا
شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ
مَسْطُوْرًا ۝ (بنی اسرآئیل : ۵۸)
(ب) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى
نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (بنی اسرآئیل : ۱۵)

ترجمہ :- "قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں یا سخت عذاب دینے والے ہیں یہ کتاب میں مقرر ہے"

"ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک رسول مبعوث نہ کرلیں"

اِن دونوں آیتوں پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب اور ہلاکت سے پہلے بعثتِ رسول ضروری ہے تا منکرین یہ نہ کہہ سکیں رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ۝ (طٰہٰ : ۱۳۴) کہ اے خدا! اگر آپ ہماری طرف کسی رسول کو مبعوث فرما دیتے تو ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پیروی کر لیتے"۔

اب یہ مضمون واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے اُمتی رسولوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اور منکرین اور معاندینِ اسلام پر ان کے ذریعہ سے اتمامِ حجت ہوگی اور وہ مستحقِ عذاب قرار پائیں گے۔

اِن دسؔ آیات پر ادنیٰ تدبّر سے یہ حقیقت کھُل جاتی ہے کہ قرآن مجید کی رُو سے مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ کی قید کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی انبیاء کا آنا ممکن ہے۔ البتہ قرآنی شریعت کو منسوخ کرنے والے یا فیضانِ محمدی کے منکر نبی نہیں آسکتے۔ پس اِس حقیقت کی روشنی میں خاتم النبیین کی یہی تفسیر درست اور قابلِ قبول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والے انبیاء کا آنا ممتنع ہے مگر اُمتی نبیوں کی بعثت جاری ہے۔ اسی سے فیضانِ محمدیہ کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

آیاتِ قرآنیہ کی شیعہ تفسیر

مسئلہ ختم نبوت پر آیاتِ قرآنی کی رو سے

روشنی ڈالی جاچکی ہے، اہلسنت کی روایات پر بھی تبصرہ موجود ہے، اب مختصر طور پر شیعہ کتب تفسیر و عقائد کے رُو سے ختم نبوت کی حقیقت درج ذیل کی جاتی ہے۔ تا شیعہ بھائیوں کو بھی سمجھنے میں سہولت رہے:۔

۱۔ آیت اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ (سورہ بقرہ: ۱۲۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ نبی اللہ سے کہا کہ میں تجھے لوگوں کے لئے امام بنانیوالا ہوں تو انہوں نے عرض کی کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنائیو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عہد ظالموں کو نہ ملیگا۔

اس آیت کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

فابطلت ھٰذہ الاٰیۃ امامۃ کلّ ظالم الیٰ یوم القیامۃ وصارت فی الصفوۃ۔ (تفسیر صافی زیر آیۂ مذکورہ) کہ اس آیت نے قیامت تک کے لئے ہر ظالم کی امامت کو باطل کر دیا ہاں اس سے پاک لوگوں کی امامت قیامت تک ثابت ہوگئی۔

۲۔ آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ میں رسول کے بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ شیعہ صاحبان کے ہاں لکھا ہے:۔

(الف) "نزلت فی القائم من آل محمّدؐ" (بحار الانوار جلد ۱۳ صفحہ ۱۲) کہ یہ آیت امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (ب) "مراد از رسول درینجا امام مہدی موعود است" (غایۃ المقصود جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

۳۔ آیت یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ کے بارے میں شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"قیل الرّوح الوحی ..... وقیل انّ الروح ھٰھنا النبوّۃ عن السدی"
(تفسیر مجمع البیان جلد ۴ صفحہ ۳۱۰)

کہ بعض نے اس آیت میں الرّوح سے مراد وحی لی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اس جگہ نبوت مراد ہے۔

پس اس آیت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی نبوت کو جاری رکھے گا۔

(۴) آیت وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ کے متعلق شیعہ صاحبان کا عقیدہ ہے کہ:۔

(الف) "ما بعث اللّٰہ نبیًّا من لدن اٰدم الا و یرجع الی الدنیا فینصر امیر المؤمنین" (تفسیر القمی صفحہ ۲۲)

(ب) "فرمود کہ آں وقتے خواہد بود کہ حق تعالیٰ جمع کند در پیش مردے او پیغمبراں مومناں را تا یاری کنند اورا" (حق الیقین صفحہ ۱۵۶)

گویا شیعہ بھائیوں کے نزدیک امیر المومنین امام مہدی علیہ السلام کی نصرت کیلئے سب نبی تشریف لائیں گے۔ اس عقیدہ رجعت کے رو سے جب سب نبی آسکتے ہیں تو ایک نبی کی بعثت پر کیا اعتراض ہوسکتا ہے؟

۵۔ آیت یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ کے متعلق شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"فقال یا بنی اٰدم وھو خطاب یعم جمیع المکلّفین من بنی اٰدم من جاءہ الرسول منھم ومن

جائزات بائتیہ الرسول"
(مجمع البیان زیر آیت مذکورہ)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کا لفظ رکھا ہے جس سے تمام مکلّف انسان مراد ہیں۔ وہ بھی جن کے پاس رسول آ چکے اور وہ بھی جن کے پاس رسولوں کا آنا ممکن ہے۔"

پس جب سب آدمزادوں کو نبیوں کے آنے کی خبر دی گئی ہے تو اس سلسلہ کا قیامت تک رہنا ضروری ہوا۔

۲- آیت فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ کے متعلق لکھا ہے کہ امام مہدی یہ کہیں گے اور اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کریں گے۔ گویا امام مہدی مرسلین میں سے ہوں گے۔ (کتاب اکمال الدین ص۱۸۹)

کیا اب ضرورتِ نبوت نہیں؟

شیعوں کی معتبر کتاب میں لکھا ہے:- "اگر کسی وقت میں نوعِ انسانی معلّم روحانی کی محتاج تھی تو اب بھی ہے۔ الّا یہ کہہ دیا جائے کہ کبھی انسان محتاج پیغمبر و امام و معلّم روحانی نہ تھا اور بعثتِ معلّمین الٰہی معاذ اللہ فضول اور لغو ہے۔ ورنہ جو اوّل ضرورت کو تسلیم کرتا ہے وہ اب بھی کرچکا۔ جو پہلے انبیاء و اوصیاء و ائمہ کو مانتا ہے وہ اب بھی مانے گا اور وجودِ امام کو تسلیم کرے گا۔ وجودِ امام آخر الزمان کا منکر تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے اور یہی قول پیغمبرؐ سے بھی ثابت ہے۔"
(الصراط السوی ص۴۵-۴۶)

اُمّتِ محمدیہ میں نبوّت

حضرت امام ابوجعفرؓ ابراہیمی نسل کی نعمتوں "الرسل والانبیاء والائمۃ" کے ذکر پر فرماتے ہیں:-

"فکیف یقرون فی آل ابراھیم علیہ السلام و ینکرونہ فی آل محمدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم"
(الصافی شرح اصول الکافی جلد ۲ ص۱۱۹)

کہ عجیب بات ہے کہ لوگ ان نعمتوں کا وجود آلِ ابراہیم میں تو تسلیم کرتے ہیں لیکن آلِ محمدؐ میں ان کا انکار کرتے ہیں۔"

پس اُمّتِ محمدیہ میں تابع نبیوں کا آنا تعجب خیز نہیں بلکہ اس نعمت کا آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ پایا جانا حیرت کا موجب ہوگا۔

شیعوں کے لغوی حوالے

(۱) شیعہ لغت مجمع البحرین میں لکھا ہے:- "ومحمد خاتم النبیین بجوز فیہ فتح التاء وکسرھا فالفتح بمعنی الزینۃ ماخوذ من الخاتم الذی ھو زینۃ للابسہ"

کہ خاتم النبیین میں خاتَم اور خاتِم دونوں جائز ہیں اور خاتَم کے معنے زینت اور خوبصورتی کے ہوں گے۔ یہ انگوٹھی سے ماخوذ ہے جو کہ پہننے والے کے لئے موجب

زینت ہوتی ہے۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ہے۔ "الخاتم لما سبق و الفاتح لما انغلق" کہ آپؐ کے آنے سے پہلے دور ختم ہو گئے اور اب آپؐ نئے دور کے کھولنے والے ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کو **خاتم الاولیاء** قرار دیا۔ (تفسیر صافی صـ۱۱۱)

(۴) علامہ محمد سبطین نے اپنے رسالہ الصراط السوی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو **خاتم المعلمین** قرار دیا ہے۔

(۵) حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو **خاتم الوصیین** کہا ہے۔ (منار الہدیٰ صـ۱۰۶)

(۶) مشہور شیعہ کتاب "من لا یحضرہ الفقیہ" کے ٹائیٹل پیج پر الشیخ الصدوق کو **خاتم المحدثین** لکھا گیا ہے۔

کیا شیعہ صاحبان ماننے کے لئے تیار ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی معلم نہیں ہوا؟ حضرت علیؓ کے بعد کوئی ولی یا وصی نہیں ہوا؟ یا جناب الشیخ الصدوق کے بعد کوئی محدث نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا؟

تین فیصلہ کن حوالے

اوّل۔ شیعہ تفسیر میں لکھا ہے:۔

"حشر اللّٰہ الاوّلین والآخرین من النبیین والمرسلین"
(تفسیر القمی صـ۱۱۶)

کہ اللہ تعالیٰ پہلے اور پیچھے آنے والے نبیوں کو اٹھائے گا۔"

قابل غور ہے کہ اگر کسی نبی کے آنے کا امکان ہی نہیں تو یہ پیچھے آنے والے نبی کون ہیں؟

دوم۔ شیعوں کی مستند کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے:۔ "فالھداۃ من الانبیاء والاوصیاء لا یجوز انقطاعھم ما دام التکلیف من اللّٰہ عزّ وجلّ لازمًا للعباد۔"

ترجمہ۔ جب تک بندے اللہ تعالیٰ کے احکام کے مکلف ہیں تب تک ہدایت دینے والے نبیوں اور وصیوں کا انقطاع جائز نہیں۔"

سوم۔ اللہ تعالیٰ کا قول تفسیر القمی میں لکھا ہے کہ اس نے غرفۃ من الماء کو ہاتھ میں لے کر کہا:۔

"منك اخلق النبیّین والمرسلین وعبادی الصالحین والائمّۃ المھتدین والدعاۃ الی الجنّۃ واتباعھم الی یوم القیامۃ ولا ابالی۔"

ترجمہ۔ (اے قطرۂ پانی!) میں تجھ سے قیامت تک نبی، رسول، نیک بندے، ہدایت یافتہ امام، جنت کے داعی اور ان کے اتباع پیدا کرتا رہوں گا اور مجھے کسی کی پرواہ نہ ہوگی۔"

ان حوالجات سے بالبداہت ثابت ہے کہ شیعہ نقطۂ نگاہ سے خاتم النبیین کے یہی معنے ہیں کہ آپؐ کی اُمت کے تمام ابواب نعمت مفتوح ہیں اور آپ سب سے افضل نبی ہیں۔ لفظ خاتم النبیین انقطاعِ نبوت غیر تشریعی پر دلیل نہیں ہے ✣

فصل چہارم

احادیث نبویہ کی روشنی میں خاتم النبیین کا مفہوم

جناب مودودی صاحب نے بیودہ[۱۱] احادیث پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ:-

"اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حقدار اور کون ہوسکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی قابلِ التفات بھی سمجھیں۔" (ختم نبوت ص۲۱)

بلاشبہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ قرآن مجید سمجھنے والے تھے اور بلاشبہ آپ کی تفسیر ہی اس بات کی حقدار ہے کہ اسے قبول کیا جائے اور اس کے مخالف کوئی اور بات قابل اعتناء نہ ہو۔ یہ ایک مسلّم حقیقت ہے مگر مودودی صاحب کا اس موقعہ پر یہ ارشاد "کلمة حق اريد بها الباطل" کا مصداق ہے۔

ہم مولانا مودودی صاحب کی پیش کردہ بیودہ[۱۴] روایات پر تفصیلی نظر ڈالنے سے قبل لفظ خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین از روئے احادیث کرنے کے لئے دو تین بنیادی مسائل ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پہلا بنیادی مسئلہ

قرآن مجید میں لفظ خاتم النبیین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بطور مدح اور وصف وارد ہوا ہے۔ اس بارے میں مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خاتم النبیین ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند ترین شان ہے اور یہ آپ کی ایسی فضیلت ہے جو کسی اور نبی کو حاصل نہیں۔ خود مولانا مودودی صاحب نے تیسرے نمبر پر جو حدیث پیش کی ہے اس میں حضورؐ نے فرمایا فضلت على الانبياء بست (ص۱۴) کہ مجھے سب نبیوں پر چھ فضیلتیں حاصل ہیں جن میں سے سب سے بڑی اور آخری فضیلت یہ ہے ختم بی النبیون کہ مجھے خاتم النبیین بنایا گیا ہے۔ اس جگہ حدیث نبوی انا سيد الاولين والآخرين من النبيين (رواہ الدیلمی) بھی قابل توجہ ہے۔

پس جب یہ طے ہوگیا کہ خاتم النبیین آنحضرتؐ کی امتیازی فضیلت ہے تو اس کے معنوں کی تعیین کرتے وقت کبھی نہ بھولنا چاہیئے کہ ایسے معنے کئے جاویں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ثابت ہو۔ اس مرحلہ پر ہم جناب مودودی صاحب اور ان کے سب ہمنواؤں سے

پر زور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ محض زمانہ کے لحاظ سے پیچھے آنے اور آخری ہونے میں کیا وجہ فضیلت ہے؟ جواب دیتے وقت حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کی مندرجہ ذیل تصریح کو ضرور مدنظر رکھا جائے تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہیئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تأخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔" (تحذیر الناس ص۳)

ہمارے نزدیک خاتم النبیین کے معنوں کو حل کرنے کے لئے یہ مسئلہ ایک کلید ہے۔

دوسرا بنیادی مسئلہ

اس جگہ دوسرا بنیادی مسئلہ حضرت مسیح کی آمد کا عقیدہ ہے۔ مولانا مودودی نے اپنے کتابچہ میں اس بارے میں متعدد روایات درج فرمائی ہیں (جن پر ہم آگے چل کر اسی فصل میں بحث کررہے ہیں۔) مولانا کو ان احادیث کے ظاہری معنوں پر اتنا اصرار ہے کہ آپ لکھتے ہیں کہ:-

"اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ (حضرت مسیح) وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہیں تو اللہ انہیں زندہ کرکے اٹھا لانے پر قادر ہے۔ وگرنہ یہ بات اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزارہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔" (ختم نبوت ص۵۹)

اس عبارت کو پڑھ کر بار بار تعجب ہو رہا ہے کہ مولانا مودودی کے نزدیک صرف یہ بات ہی اللہ کی قدرت سے بعید ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کو مسیح ناصری کے مقام پر کھڑا کر سکے باقی سب کچھ وہ خدا کی قدرت میں مانتے ہیں۔ مجھے یاد ہے کہ ایک دفعہ ہم چند اہل حدیث علماء کے ساتھ ریل کے ایک ہی ڈبہ میں بد دہلی سے لاہور آرہے تھے تو ایک خوش طبع مولوی صاحب نے مجھے فرمایا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کو "علی کل شیء قدیر" مان لیں تو ہمارا آپ کا فوراً فیصلہ ہو جاتا ہے میں نے کہا کہ میں تو یہ ایمان رکھتا ہوں

کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے تو وہ صاحب فرمانے لگے کہ کیا آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ حضرت مسیحؑ کو آسمان پر لے جانے پر قادر رہے؟ مَیں نے جھٹ کہا کہ ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ مسیحؑ کو آسمان پر لے جانے پر بھی قادر ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ لو بھئی اب فیصلہ ہو گیا۔ مَیں نے عرض کیا کہ ابھی ادھورا فیصلہ ہوا ہے، ایک حصّہ باقی ہے۔ مَیں نے کہا کہ وہ یہ کہ آپ بھی اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر مان لیں۔ مولوی صاحب نے فوراً کہا کہ ہم مسلمان تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علیٰ کلّ شیءٍ قدیر مانتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ اب پھر آپ میرے سوال کا جواب دیں اور وہ یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ حضرت میرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود بنانے پر قادر ہے؟ مولوی صاحب کے مُنہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ وہ ایسا تو نہیں کر سکتا۔ ڈبہ میں قہقہہ پڑ گیا اور مَیں نے کہا کہ لیجئے آپ نے ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار کیا ہے ورنہ ابھی مکمّل فیصلہ ہو جاتا۔

مولانا مودودی صاحب کا دل وفاتِ مسیحؑ کے واضح دلائل کے سامنے ان کی وفات کو "فرض" کر لیتا ہے مگر پھر کہتا ہے کہ خدا انہیں دوبارہ زندہ کرکے لے آئے گا۔ غالباً محبتِ مسیحؑ کے غلو میں یا اپنی ضد میں مولانا کو قرآن مجید کا صریح فیصلہ یاد نہیں رہا ورنہ وہ ایسی بات نہ کہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فیمسک التی قضیٰ علیھا الموت (الزمر ۴۲) کہ جس جان پر ایک دفعہ موت وارد ہو جائے اسے اللہ تعالیٰ دُنیا میں دوبارہ بھیجنے کی بجائے عالم آخرت میں روک رکھتا ہے"۔

خیر ہم اس جگہ وفاتِ مسیحؑ پر بحث نہیں کر رہے ہم صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مودودی صاحب مسیحؑ کے دوبارہ آنے پر کتنے یقین کا اظہار کرتے ہیں اور ان کا آنا حدیثوں کے رو سے کتنا لازمی سمجھتے ہیں کہ اُن کے نزدیک وہ وفات بھی پا گئے ہوں تو دوبارہ زندہ کرکے بھیجے جائیں گے۔ مودودی صاحب کے اس عقیدہ سے مسئلہ ختمِ نبوّت خود بخود حل ہو جاتا ہے۔ مودودی صاحب ہزار تاویلیں کریں مگر وہ اپنے قلم سے اپنے رسالہ میں ایک فیصلہ کُن حدیث نقل کر چکے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لیس بینی وبینہ نبی و انہ نازل۔

کہ مسیحؑ اور میرے درمیان اور کوئی نبی نہیں اور وہ آئندہ نازل ہونے والے ہیں۔ مودودی صاحب نے یہ حدیث اپنے کتابچہ کے ص۳۴ پر درج کی ہے اس سے دو اہم مسئلے طے ہو جاتے ہیں۔

(۱) آنے والا مسیح موعود بہرحال نبی ہے۔

(۲) آنحضرتؐ اور مسیح موعود کے درمیانی زمانہ میں کوئی نبی آنیوالا نہیں۔

دوسرے واضح نتیجہ سے ان تمام احادیث کی تشریح ہو جاتی ہے جن میں لا نبی بعدی کی قسم کے الفاظ مروی ہیں۔ گویا یہ نفی اس زمانہ سے متعلق ہے جو آنحضرتؐ اور مسیح موعود کا درمیانی زمانہ ہے۔

پہلا نتیجہ بھی واضح ہے اگر مسیح موعود غیر نبی

ہوتا تو لیس بینی و بینہ نبی کہنا ہے یعنی
ٹھہرتا ہے۔

خاتم النبیین کے معنوں کے سمجھنے کے لئے یہ
دوسری کلید ہے۔

تیسرا بنیادی مسئلہ

واقعات یوں ہیں کہ سنہ ۵ ہجری میں آیت خاتم النبیین
کا نزول ہوا۔ سنہ ۹ ہجری میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا صاحبزادہ ابراہیم تولد ہوا اور فوت ہو گیا۔ اس کی
وفات پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا
لو عاش لکان صدیقاً نبیاً (ابن ماجہ
کتاب الجنائز) کہ اگر ابراہیم زندہ ہوتا تو نبی ہوتا۔
حضورؐ کا یہ ارشاد آیت خاتم النبیین کے نزول کے بعد ہے
اور در حقیقت یہ خاتم النبیین کی واضح تفسیر ہے۔

اس ارشاد نبوی سے واضح ہے کہ خاتم النبیین
کا لفظ آپ کے نزدیک صدیق نبی یا امتی نبی بننے میں
ہرگز روک نہیں۔ ورنہ اس موقعہ پر یوں ارشاد فرماتے
کہ اگر یہ زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ بن سکتا کیونکہ میں
خاتم النبیین ہوں۔ مگر حضورؐ نے جو ارشاد فرمایا اس سے
عیاں ہے کہ خاتم النبیین تو صاحبزادہ ابراہیم کے نبی بننے
میں روک نہ تھا محض ان کا وفات پا جانا روک تھا جس
سے ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کے باوجود امتی نبیوں کا
دروازہ کھلا ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی ہونہار
طالب علم کے فوت ہو جانے پر یہ کہا جائے کہ اگر یہ زندہ
رہتا تو ایم۔ اے کر لیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ فقرہ اسی صورت
میں کہا جائے گا جبکہ ایم۔ اے پاس کرنا ممکن ہو۔ اسی طرح
لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کا تقاضا ہے کہ امتی
نبوت کو اپنی ذات میں ممکن مانا جائے۔

حدیث لو عاش لکان صدیقاً نبیاً کے
متعلق لکھا ہے:-

"اما صحۃ الحدیث فلا شبھۃ
فیھا لانہ رواہ ابن ماجۃ
وغیرہ کما ذکرہ ابن حجر"
(الشہاب علی البیضاوی جلد ۷ ص ۱۷۵)

امام ملا علی القاریؒ اس حدیث کو تین طریقوں سے مروی
اور قوی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"لو عاش ابراھیم وصار نبیاً
وکذا لو صار عمر نبیاً لکانا
من اتباعہ علیہ السلام کعیسٰی
والخضر والیاس علیھم السلام
فلا ینا قض قولہ تعالیٰ خاتم
النبیین اذ المعنی انہ
لا یأتی نبی بعدہ ینسخ ملتہ
ولم یکن من امتہ وتقویہ
حدیث لو کان موسیٰ علیہ السلام
حیاً لما وسعہ الا اتباعی"

یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی
بن جاتے اسی طرح حضرت عمرؓ نبی بن جاتے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع یا
امتی نبی ہوتے جیسے عیسیٰ خضر اور الیاس
علیہم السلام ہیں۔ یہ صورت خاتم النبیین

کے منافی نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے تو یہ معنے ہیں کہ اب آنحضرتؐ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپؐ کا اُمتی نہ ہو۔ ان معنوں کی تائید حدیث لوکان موسیٰ حیًّا سے بھی ہوتی ہے کہ اگر موسیٰؑ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔" (موضوعات کبیر ملا علی القاری ص۶۹)

پس حدیث نبوی لوعاش لکان صدیقًا نبیًّا تیسری کلید ہے جس سے وہ تمام اشکال حل ہو جاتے ہیں جو احادیث کے غلط معنے کر کے مودودی صاحب نے پیدا کرنے کی کوشش فرمائی ہے

مودودی صاحب کی روایات کی پہلی حدیث

آئیے اب ہم ان بنیادی مسائل کی روشنی میں جناب مودودی صاحب کی پیش کردہ احادیث کا تفصیلی جائزہ لیں۔

— کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی .... الخ

الجواب (۱) "سیکون فی امتی خلفاء" کے الفاظ جو حدیث میں آئے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد قریب کا زمانہ مراد لیا ہے۔ جیسا کہ لفظ "س" سے ظاہر ہے جو مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔ یعنی میرے معاً بعد خلفاء ہوں گے اور معاً بعد نبی کوئی نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس حدیث سے ہمیشہ کے لئے اُمتی نبوت کی نفی پر استدلال درست نہیں۔

(۲) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں معمول یہ تھا کہ ان میں نبی بادشاہ بھی ہوتا تھا جب کوئی نبی مرتا تو اس کا جانشین بھی بادشاہ ہی ہوتا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری اُمت میں بادشاہت اور نبوت جمع نہیں ہوں گی۔ چنانچہ دیکھ لو ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ بادشاہ (خلیفے) تو ہوئے مگر نبی نہ تھے۔ اور جو نبی ہوا (یعنی مسیح موعودؑ) وہ بادشاہ نہ ہوا۔

(۳) اس حدیث سے یہ نکالنا کہ آنحضرت صلعم کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوگا قطعاً غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے آنے والے مسیح موعود کو مسلم کی حدیث میں "نبی اللہ" کہہ کے پکارا ہے۔ (دیکھو مشکوٰۃ ص۴۶۹ مجتبائی و مشکوٰۃ اصح المطابع ص۴۷۳ و مسلم جلد ۲ ص۳۷۷)

(۴) یہ حدیث صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعودؑ کے درمیانی زمانہ کے لئے ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "لیس بینی و بینہ نبی و انہ نازل" (ابوداؤد جلد ۲ ص۲۳۸) کہ اس نازل ہونے والے اور میرے درمیان کوئی نبی نہ ہوگا۔ بخاری میں بھی "لیس بینی و بینہ نبی" کے الفاظ آئے ہیں۔ (بخاری جلد ۲ ص۱۵۵ مصری۔ کتاب بدء الخلق)

دوسری حدیث

"مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل..." الحدیث (قصر نبوت والی حدیث)

الجواب الاوّل: یہ روایت قابل استناد

نہیں۔ کیونکہ بلحاظ روایت ضعیف ہے۔ یہ دو طریقوں سے مروی ہے۔ پہلے طریق میں زہیر بن محمد تمیمی ضعیف ہے۔ اس کے متعلق لکھا ہے:۔

"قال معاویة عن یحییٰ ضعیف
وذکرہ ابو ذرعة فی اسامی الضعفاء
قال عثمان الدارمی له اغالیط
کثیرة قال الـ ... ئی ضعیف
وفی موضع آخر ولیس بالقوی"
(تہذیب التہذیب جلد ۳ ص ۳۴۹)

کہ زہیر تمیمی امام یحییٰ کے نزدیک اور ابو ذرعہ کے نزدیک ضعیف ہے عثمان الدارمی کہتے ہیں کہ اس کی غلط روایات کثرت سے ہیں۔ نسائی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

اس حدیث کے دوسرے طریقہ میں عبد اللہ بن دینار مولیٰ عمر اور ابو صالح الخوزی ضعیف ہیں۔ عبد اللہ بن دینار کی روایت کو عُقیلی نے مخدوش قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۲۰۲) اور ابو صالح الخوزی کو ابن معین ضعیف قرار دیتے ہیں (تہذیب التہذیب جلد ۱۲ ص ۱۳۱ و میزان الاعتدال مطبع حیدر آباد جلد ۳ ص ۳۶۵)

الجواب الثانی :۔ باوجودیکہ اس روایت کے بعض راوی ضعیف ہیں۔ اگر بغرض بحث اس روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی بیان کردہ مفہوم غلط ہے بلکہ اس حدیث کا جو مطلب لیا جاتا ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔ کیونکہ علماء کی تشریح کے مطابق صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر ایک اینٹ کی جگہ پر کر دی۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہ لاتے تو نبوت کے محل میں صرف ایک ہی اینٹ کی تھوڑی سی جگہ خالی رہ جاتی تھی۔ جیسے ایک بہت بڑے محل میں ایک معمولی سوراخ۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لولاک لما خلقت الافلاک۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں تمام جہان کو پیدا نہ کرتا۔

پس اس حدیث سے وہ مفہوم مراد نہیں ہے جو مولوی صاحبان بیان کرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس حدیث میں شریعت کے محل کا ذکر ہے جس کو نبی تعمیر کرتے ہیں۔ انبیاء ماسبق اپنے اپنے وقت میں ضرورت کے مطابق احکام شریعت لاتے رہے اور اس محل کیلئے مصالحہ جمع ہوتا رہا۔ چونکہ عقلِ انسانی ارتقاء کے بلند ترین مقام تک ابھی تک نہیں پہنچی تھی اسلئے وہ شریعتیں ناقص تھیں اور ان میں کمی باقی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو اس وقت تکمیلِ عقلِ انسانی ہو چکی تھی اور احکام شریعت کو سمجھنے کی اہلیت پیدا ہو چکی تھی۔ اسلئے خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے آکر پہلی شریعتوں کو بھی قرآن شریف میں شامل کر لیا۔ اور جو کمی باقی تھی اس کو بھی پورا کر کے شریعت کے محل کو مکمل کر دیا۔ قرآن مجید میں ہے "فیھا کتب قیمة" گویا اس میں سب پہلی شریعتیں بھی شامل ہیں۔ فتح الباری جلد ۶ ص ۳۸۰ پر اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔ المراد ھنا النظر

الی الاکمل بالنسبۃ الی الشریعۃ المحمدیۃ مع مامضی من الشرائع الکاملۃ۔ کہ اس جگہ سابقہ شریعتوں کے مقابلہ میں[ا]

الجواب الثالث :- اس حدیث بی الانبیاء من قبلی" کا فقرہ بتاتا ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلے انبیاء ہی کا ذکر کیا ہے۔ بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر مقصود نہیں۔ اس قید سے ضمنی طور پر بعد کے غیر تشریعی انبیاء کے آنے کا ثبوت مترشح ہوتا ہے۔ چونکہ آنحضرتؐ کے بعد تشریعی نبی آنے والا نہ تھا، اسلئے تشریعی نبیوں کے مدّنظر من قبلی فرمایا گیا۔

الجواب الرابع :- غیر احمدی علماء بتلائیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے تو وہ اینٹ کہاں لگے گی؟ جہاں سے ان کے لئے گنجائش نکالو گے وہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے بھی گنجائش موجود ہے۔ اگر کہو عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں تو معلوم ہوا کہ ابھی عیسیٰ علیہ السلام والی اینٹ نہیں لگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمانا چاہیئے تھا کہ دو اینٹوں کی جگہ باقی ہے۔ ایک میں اور ایک عیسیٰ ابن مریمؑ۔ بہرحال یہ حدیث بھی امتی نبی کے منافی نہیں۔

تیسری حدیث | اس نمبر پر مودودی صاحب نے حدیث فضلت علی الانبیاء بست درج فرمائی ہے جس پر ہم اسی فصل کے شروع میں زیر "بنیادی مسئلہ نمبرا" میں لکھ چکے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

چوتھی حدیث | حدیث میں ہے "ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی"

(ترمذی مسند احمد عن انسؓ)

جواب :- یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اسکے چاروں راوی (۱) حسن بن محمد الزعفرانی۔ (۲) عفان بن مسلم (۳) عبدالواحد بن زیاد (۴) المختار بن فلفل ضعیف ہیں۔ گویا سوائے حضرت انسؓ کے شروع سے لیکر آخر تک تمام سلسلۂ اسناد ضعیف راویوں پر مشتمل ہے۔ حسن بن محمد الزعفرانی کے متعلق علامہ ذہبی لکھتے ہیں :-

"ضعفہ ابن قانع وقال الدارقطنی قد تکلموا فیہ" (میزان الاعتدال جلد ا صفحہ ۲۲۱ مطبوعہ حیدرآباد و مطبوعہ انوار محمدی جلد ا صفحہ ۲۱۲)

یعنی ابن قانع کہتے ہیں کہ حسن بن محمد ضعیف تھا دارقطنی کہتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اس راوی کی صحت کے بارے میں کلام ہے۔"

اسی طرح دوسرے راوی عفان بن مسلم کے متعلق ابو خیثمہ کہتے ہیں "انکرنا عفان" (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ حیدرآبادی) کہ ہم اس راوی کو قابل قبول نہیں سمجھتے۔

تیسرے راوی عبدالواحد بن زیاد کے متعلق لکھا ہے "قال یحییٰ لیس بشیءٍ" (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ مطبع حیدرآباد) کہ یحییٰ کہتے ہیں۔ یہ راوی کسی کام کا نہیں ہے۔

اسی طرح چوتھے راوی مختار بن فلفل کے متعلق لکھا ہے "یخطئ کثیراً تکلم فیہ سلیمان فعدہ فی روایات المناکیر عن انس" (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ صفحہ ۶۵)

[illegible]

کہ یہ راوی روایت میں اکثر غلطی کرتا تھا سلیمان نے کہا ہے کہ یہ راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ناقابلِ قبول روایات بیان کرنے والوں میں سے ہے۔ چنانچہ روایت زیر بحث بھی اس راوی نے انس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت کی ہے لہٰذا محدثین کے نزدیک یہ روایت قابلِ انکار ہے اور حجت نہیں۔

جواب ۲ ۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں :-

"ان النبوة التی انقطعت
بوجود رسول اللّٰہ صلعم انّما
ھی نبوة التشریع لامقامُھا
فلاشرع یکون ناسخاً لشرعہٖ
صلعم ولایزید فی شرعہٖ حکماً
أخر وھٰذا معنی قولہٖ صلعم
انّ الرسالة والنبوة قد
انقطعت فلا رسول بعدی
ولا نبیَّ ای لا نبیٌّ یکون
علیٰ شرعٍ یخالفُ شرعی
بل إذَا کان یکون تحت
حُکم شریعتی"
(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

کہ "وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منقطع ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ مقامِ نبوت۔ اب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ کرنیوالی کوئی شریعت نہیں آسکتی۔ نہ اس میں کوئی حکم کم کر سکتی ہے نہ زیادہ۔ یہی معنی ہیں آنحضرت صلعم کے اس قول کے کہ "ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیَّ" یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر ہو۔ ہاں اس صورت میں نبی آسکتا ہے کہ وہ میری شریعت کے ماتحت آئے"۔

پانچویں حدیث

"انا العاقب والعاقب الّذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" (ترمذی جلد ۲ باب فضائل النبی صلعم)

جواب ۱ ۔ یہ روایت قابلِ حجت نہیں۔ کیونکہ اس کا ایک راوی سفیان بن عیینہ ہے جس نے یہ روایت زہری سے لی ہے۔ سفیان بن عیینہ کے متعلق لکھا ہے :-

"کان یُدَلِّسُ قال احمد یُخطِیُٔ
فی نحو من عشرین حدیثاً عن
الزھری عن یحیٰی بن سعید
القطان قال اشھد انّ سفیان
بن عیینة اختلط سنة سبع
وتسعین و مائة فمن سمع
منہ فیھا فسماعہ لاشیءٌ"
(میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ مطبوعہ حیدرآباد)

یعنی یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا امام

احمد کہتے ہیں کہ زہری سے قریباً بیس روایات میں اس نے غلطی کی ہے (یہ عاقب والی روایت بھی اس نے زہری ہی سے لی ہے) یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ سفیان بن عیینہ کے حواس ۱۹۸ھ میں بجا نہ رہے تھے۔ پس جس نے اس سال (یا اسکے بعد) اس سے روایت لی ہے وہ بے حقیقت ہے۔"

اس روایت کے دوسرے راوی زہری کے متعلق بھی لکھا ہے "کان یدلّس فی النادر" (میزان الاعتدال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۳ صفحہ ۱۲۶ و انوار محمدی جلد ۲ صفحہ ۴۴) کہ یہ راوی کبھی کبھی تدلیس بھی کر لیا کرتا تھا۔ پس اس روایت میں بھی اسی راوی نے از راہِ تدلیس "والعاقب الّذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" کے الفاظ بڑھا دیئے۔ کیونکہ شمائل ترمذی شریف مجتبائی میں جہاں یہ حدیث ہے وہاں "والعاقب الذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" کے الفاظ کے اوپر بین السطور لکھا ہے "ھٰذا قول الزھری" کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں بلکہ زہری کا اپنا قول ہے۔ (شمائل ترمذی مجتبائی مطبوعہ ۱۳۴۲ھ صفحہ ۲۲)

جواب نمبر ۲۔ "عَاقِبْ" عربی لفظ ہے اور صحابہؓ جن کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرما رہے تھے وہ بھی عرب تھے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ترجمہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ ترجمہ ہی صاف بتا رہا ہے کہ یہ ترجمہ کسی ایسے آدمی نے کیا ہے جو اس حدیث کو ایسے لوگوں کے سامنے بیان کر رہا تھا جو فصیح عرب نہ تھے۔ چنانچہ حضرت مُلّا علی القاری نے صاف فرما دیا ہے:۔

"الظاھر انّ ھٰذا تفسیرٌ للصّحابی او من بعدہٗ وفی شرح مُسلمٍ قال ابن الاعرابی العاقب الّذی یخلف فی الخیر من کان قبلہٗ" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۳۷۶ برحاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب اسماء النبیؐ)

پس صاف ظاہر ہے کہ "العاقب الّذی لیس بعدہٗ نبیٌّ" کسی صحابی یا بعد میں آنے والے کسی شخص نے بطور تشریح بڑھا دیا ہے اور ابن اعرابی نے کہا ہے کہ عاقب وہ ہوتا ہے جو کسی اچھی بات میں اپنے سے پہلے کا قائم مقام ہو۔"

چھٹی حدیث

"اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ"

جواب نمبر ۱۔ یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ ابن ماجہ نے جن راویوں سے اسے نقل کیا ہے ان میں سے عبدالرحمٰن بن محمد المحاربی اور اسمٰعیل بن رافع (ابو رافع) ضعیف ہیں۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے متعلق لکھا ہے:۔

"قال ابن معین یروی المناکیر عن

المجہولین قال عبداللہ بن احمد بن حنبل عن ابیہ ان المحاربیؒ کان یدلّس .... قال ابن سعید کان کثیر الغلط" (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۱۱ و تہذیب التہذیب جلد ۲ صفحہ ۲۱)

کہ ابن معین کہتے ہیں کہ یہ راوی مجہول راویوں سے ناقابل قبول روایات بیان کیا کرتا تھا۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ یہ راوی تدلیس کیا کرتا تھا ..... ابن سعید کہتے ہیں کہ یہ راوی بہت غلط روایات کیا کرتا تھا"

اس حدیث کا دوسرا راوی ابو رافع اسمٰعیل بن رافع بھی ضعیف ہے۔ کیونکہ لکھا ہے :-

"ضَعَّفَہٗ احمد و یحییٰ و جماعۃٌ قال الدّارقطنی متروک الحدیث قال ابن عدی احادیثہٗ کلّھا فیھا نظرٌ" (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۱۰۵ حیدر آبادی)

یعنی امام احمدؒ یحییٰؒ اور ایک جماعت محدّثین نے اس راوی کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دارقطنی اسے متروک الحدیث کہتے ہیں اور ابن عدی کے نزدیک اس کی تمام کی تمام روایات مشکوک ہیں"

جواب ۲ - حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ اس میں اُن انبیاء کا ذکر ہے جو آکر نئی اُمّت بناتے ہیں۔ پس جو نبی نئی شریعت لے کر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور متابعت سے باہر ہو کر دعویٰ نبوّت کریں صرف ان کے انقطاع کا اس حدیث سے استدلال ہو سکتا ہے۔

ساتویں حدیث

اس نمبر پر مودودی صاحب نے مسند احمد سے لا نبی بعدی کو دُہرایا ہے جس پر دسویں حدیث کے ذیل میں تفصیلی جواب درج کیا جا رہا ہے۔

آٹھویں حدیث

لا نبوۃ بعدی اِلّا المبشّرات میرے بعد کوئی نبوّت نہیں ہے صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں" (ختم نبوّت صفحہ ۱۶)

لفظ **بعد** پر بحث لا نبیّ بعدی حدیث ۱۰ کے ضمن میں درج ہے۔ **المبشّرات** خود نبوّت کا حصّہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ ○ (انعام : ۴۹) کہ ہم رسولوں کو مبشّر اور منذر بنا کر ہی بھیجا کرتے ہیں۔ عام آدمی کے مبشّرات محض خواب ہیں مگر صلحاء، اولیاء اور انبیاء کے مبشّرات علی الترتیب کشف، الہام اور وحیٔ غیر تشریعی کی صورت میں ہوتے ہیں۔ پس اس حدیث سے بھی نفی صرف تشریعی نبوّت کی ثابت ہے*۔

نویں حدیث

"لو کان بعدی نبیٌّ لکان عمرؓ" (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹) کہ اگر میرے بعد

---

* علامہ ابن حجر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں :- اللام فی النبوّۃ للعھد والمراد نبوّتہ والمعنی لم یبق بعد النبوۃ [illegible]

کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

الجواب ۱ ۔ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے مگر اس حدیث کے آگے لکھا ہوا ہے۔ ھٰذا حدیثٌ حسنٌ غریبٌ لا نعرفہ الّا من حدیث مشرح بن ھاعان۔ (ترمذی حوالہ مذکورہ بالا) کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور حدیث غریب وہ ہے جس کا ایک ہی راوی ہوتا ہے۔ وہ حجّت نہیں ہوتی۔

امام ترمذی نے اِس روایت کو غریب اسلئے کہا ہے کہ یہ روایت صرف ایک ہی راوی مشرح بن ہاعان کے طریقہ سے مروی ہے۔ مشرح بن ہاعان کے متعلق لکھا ہے:۔

" قال ابن حبان فی الضعفاء لا یتابع علیھا فالصواب ترک ما انفرد بہ قال ابن داؤد انّہ کان فی جیش الحجّاج الّذین حاصروا ابن الزبیر ورموا الکعبۃ بالمنجنیق"

(تہذیب التہذیب ص۱۵۵ ومیزان الاعتدال جلد ۲ ص۱۴۳ وجلد ۳ ص۱۶۷)

یعنی مشرح بن ہاعان کو ابن حبان نے ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ جس روایت کا یہ اکیلا ہی راوی ہو وہ روایت درست تسلیم نہ کی جائے بلکہ ترک کر دی جائے۔

ابن داؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی حجاج کے اُس لشکر میں شامل تھا جنہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا محاصرہ کیا اور گھمانیوں سے کعبہ پر پتھر برسائے تھے۔"

پس یہ روایت اس شخص کی ہے جس نے کعبہ پر سنگباری کی اور پھر اس روایت میں وہ منفرد بھی ہے اور اس امر میں محدثین کا اتفاق ہے کہ مشرح بن ہاعان کی ایسی روایات جن میں وہ منفرد ہو قابلِ قبول نہیں ہوتیں۔

الجواب ۲ (الف) اِس حدیث کی دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ " لو لم اُبعثْ لبُعِثْتَ یا عمر۔" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص۵۳۹ نیز بر حاشیہ مشکوٰۃ مجتبائی باب المناقب) یہ حدیث صحیح ہے (تعقبات سیوطی ص۱۹۷)

(ب) "لو لم اُبعثْ فیکم لبُعِثَ عُمرُ فیکم" (کنوز الحقائق جلد ۲ ص۱۵۱) یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمرؓ تم میں مبعوث ہو جاتا۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے اسلئے عمرؓ نبی نہ بنے۔ پس اِس حدیث سے بھی مطلق نبوت کی نفی نہیں ہوتی۔

دسویں حدیث | انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الّا انّہ لا نبیّ بعدی۔ (بخاری)

الجواب ۱ ۔ اِس حدیث کی دوسری روایت ہے۔ قال علیہ السلام: یا علیُّ اَما ترضیٰ اَن تکون منّی کھارون من موسیٰ غیر اَنّک لستَ

نبیًّا (الطبقات الکبریٰ جلد ۵ صلا) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے علی! کیا تو خوش نہیں کہ تو مجھے ایسا ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ہارونؑ تھے۔ مگر فرق یہ ہے کہ میرے بعد تُو نبی نہیں ہوگا۔ لستُ نبیًّا نے لا نبیَّ بعدی کی تشریح کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عام نہیں بلکہ خاص حضرت علیؓ کے لئے ہے۔ پھر یہ مشابہت بھی غزوہ تبوک کے عرصے سے متعلق ہے دائمی نہیں ورنہ وہی "فتنہ" پیدا ہو جائے گا جس سے مودودی صاحب ڈرتے ہیں۔

جواب نمبر۲۔ اسی بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعینہٖ ایسی ہی ایک اور حدیث ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ و اذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ (بخاری کتاب الایمان و النذور باب کیف کانت یمین النبیؐ جلد ۴ ص۱۹ مصری) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسریٰ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب یہ قیصر مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔

اپنے متعلق "لا نبیَّ بعدی" اور قیصر کے متعلق "لا قیصر بعدہٗ" فرمایا۔ کیا قیصر کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوا؟ اگر ہوئے ہیں اور نسلاً بعد نسلٍ ہوتے رہے ہیں تو پھر حدیث لا قیصر بعدہٗ کے کیا معنے ہیں؟ اگر اس کے معنے یہ ہیں کہ اس قیصر یا کسریٰ کے بعد اس شان کے قیصر اور کسریٰ نہ ہوں گے۔ جیسا کہ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶ میں لکھا ہے "معناہ فلا قیصر بعدہٗ یملک مثل ما یملک ھو" کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب یہ قیصر مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی ایسا قیصر نہ ہوگا جو اس طرح حکومت کرے جس طرح یہ کرتا ہے۔ تو لا نبیَّ بعدی کا مطلب بھی یوں ہوگا کہ آپؐ جیسا نبی آپؐ کے بعد نہیں ہوگا کیونکہ "لا" موصوف کی صفت کے کمال کی نفی کے لئے بھی آتا ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے "لا فتیٰ اِلّا علی ولا سیف الّا ذوالفقار"۔ کیا حضرت علیؓ کے بعد کوئی جوان نہیں ہوا؟ اور کیا ذوالفقار کے بعد کوئی تلوار نہیں بنی؟ یقیناً جوان ہوئے ہیں اور تلواریں بنی ہیں۔ پس مقولہ بالا میں علیؓ جیسے جوان کی اور ذوالفقار جیسی تلوار کی نفی ہے مطلق نہیں اسی طرح لا نبیَّ بعدی میں لا نفی کمالِ صفتِ نبوّت کے لئے آیا ہے۔

حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ حدیث "لا ھجرۃ بعد الفتح" کی تشریح میں فرماتے ہیں: "واما قولہ علیہ السلام لا ھجرۃ بعد الفتح فالمراد الھجرۃ المخصوصۃ"۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص۵۰ مطبوعہ مصر زیر آیت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ)

یعنی حضورؐ کا ارشاد "لا ھجرۃ بعد الفتح" کا مطلب یہ نہیں کہ فتح مکہ کے بعد ہر قسم کی ہجرت بند ہو گئی ہے بلکہ ایک خاص ہجرت مراد ہے جو کہ مکہ سے مدینہ کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوئی تھی۔ بعینہٖ اسی طرح لا نبیَّ بعدی میں بھی ہر قسم کی نبوت مراد نہیں بلکہ ایک مخصوص نبوت کا انقطاع مراد ہے جو

شریعتِ جدیدہ کی حامل ہو اور جو قرآنی شریعت کو منسوخ کرے۔ نیز براہِ راست ہو۔[1]

جواب نمبر ۳۔ پھر اس حدیث میں لفظ "بعدی" بھی غور طلب ہے۔ قرآن مجید میں لفظ "بعد" مغائرت اور مخالفت کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے۔

(۱) فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ○ (جاثیہ ع) کہ اللہ اور اس کی آیات کے بعد کونسی بات پر وہ ایمان لائیں گے؟ اللہ کے بعد کا کیا مطلب، کیا اللہ کے فوت ہونے کے بعد؟ یا اللہ کی غیر حاضری میں ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ دونوں معنے باطل ہیں۔ پس "بعد اللہ" کا مطلب یہی ہوگا کہ — اللہ کے خلاف، اللہ کو چھوڑ کر۔ پس یہی معنے "لا نبی بعدی" کے بھی ہو سکتے ہیں یعنی مجھ کو چھوڑ کر یا میرے خلاف رہ کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۲) حدیث میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فَاَوَّلْتُھُمَا کَذَّابَیْنِ یَخْرُجَانِ بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا الْعَنَسِیُّ وَالْاٰخَرُ مُسَیْلَمَۃُ (بخاری کتاب المغازی وفد بنی تمیم جلد ۳ صفحہ ۱۹ مصری) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب میں مَیں نے سونے کے جو دو کنگن دیکھے اور ان کو پھونک مار کر اڑایا۔ تو اس کی تعبیر مَیں نے یہ کی کہ اس سے مراد دو کذاب ہیں جو میرے بعد نکلیں گے۔ پہلا اسود عنسی ہے اور دوسرا مسیلمہ ہے۔

اِس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "یخرجان بعدی" فرمایا ہے۔ کہ وہ دونوں کذاب "میرے بعد" نکلیں گے۔ یہاں "بعد" سے مراد "غیر حاضری" یا "وفات" نہیں بلکہ "مخالفت" ہے کیونکہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں مدعیٔ نبوت ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کھڑے ہو گئے تھے۔ اسی طرح لا نبی بعدی میں بھی "بعدی" سے مراد یہ ہے کہ میرے مدمقابل اور مخالف ہو کر کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور علماءِ سلف

ہم نے لا نبی بعدی کے جو معنے کئے ہیں بزرگانِ اُمت نے بھی مختلف زمانوں میں اس کے یہی معنے بیان کئے ہیں:۔

(۱) حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

"وھٰذا معنٰی قولہ صلعم اِنَّ الرسالۃ والنّبوّۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبیّ۔ ای لا نبیّ بعدی یکون علٰی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی۔" (فتوحاتِ مکیہ جلد ۲ صفحہ ۳)

یہی معنے ہیں حدیث "انّ الرسالۃ والنّبوّۃ قد انقطعت" اور "لا نبیّ بعدی" کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے خلاف کسی اور شریعت پر عمل کرتا ہو۔ ہاں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:۔ "معنی بعدی این جا غیری است" (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۲۰۶)۔

کی شریعت کے ماتحت ہو کر آسکے
تو پھر نبی ہو سکتا ہے۔"

(۲) حضرت امام شعرانی ؒ اپنی کتاب الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں :-

" وقولہٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم
لا نبیّ بعدی ولا رسول المراد
بہٖ لا مشرّع بعدی۔"
(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "لا نبیّ بعدی ولا رسول" سے مراد یہ ہے کہ میرے بعد صاحبِ شریعت کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

(۳) لُغت کی کتاب تکملہ مجمع البحار میں اس کے مصنف امام محمد طاہر فرماتے ہیں :-

" وھٰذا ایضًا لا ینافی حدیث
لا نبیّ بعدی لانّہٗ اراد لا
نبیّ ینسخ شرعہٗ۔"
(تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵)

کہ حضرت عائشہ رضؓ کا قول قُولوا انّہٗ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبیّ بعدہٗ (کہ یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا نبیّ بعدی کے مخالف نہیں کیونکہ لا نبیّ بعدی فرمانے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔"

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں :-

"ہاں لا نبیّ بعدی آیا ہے جس
کے معنے نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ
میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لیکر
نہیں آئے گا۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

پس حدیث "لا نبیّ بعدی" سے ہر قسم کی نبوت کا انقطاع ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس میں امتی نبی کے آنے کی ہرگز ممانعت بیان نہیں ہوئی۔

گیارھویں حدیث

"ثلاثون دجّالون
کذّابون"

الجواب (۱) تیس ۳۰ کی تعیین ہی بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی سچے نبی بھی آنے والے تھے۔ ورنہ آنحضرت فرماتے کہ جو بھی آئیں گے جھوٹے ہی آئیں گے۔ تیس ۳۰ کے عدد کا تعین نہ فرماتے۔

الجواب ۲ (الف) ترمذی اور ابوداؤد کے علاوہ جن کا حوالہ مودودی صاحب نے دیا ہے بخاری میں بھی یہ روایت ہے مگر جہاں تک اس حدیث کے راویوں کا تعلق ہے قابلِ استناد نہیں۔ کیونکہ بخاری نے اسے ابوالیمان سے بطریق شعیب و ابوالزناد نقل کیا ہے۔ ابوالزناد کے متعلق ربیعہ کا قول ہے کہ "لیس

بثقۃٍ ولا رضیٍّ" (میزان الاعتدال مطبوعہ حیدرآباد جلد ۲ صفحہ ۲۳۳) کہ یہ راوی نہ ثقہ ہے اور نہ پسندیدہ۔ ابوالیمان راوی نے یہ روایت شعیب کے نام سے روایت کی ہے۔ حالانکہ لکھا ہے "لم یسمع ابوالیمان من شعیب" (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ حیدرآباد) کہ ابوالیمان نے شعیب سے ایک حدیث بھی نہیں سُنی۔ امام احمد بن حنبل نے بھی یہی فرمایا ہے۔ پس یہ روایت قابلِ استناد نہ رہی۔

(ب) تیس دجّالوں والی حدیث کو ترمذی نے جس طریقہ سے نقل کیا ہے اس کی اسناد میں ابوقلابہ اور ثوبان دو راوی قابلِ اعتبار نہیں۔ ابوقلابہ کے متعلق تو لکھا ہے کہ لیس ابوقلابۃ من فقہاء التابعین وھو عند الناس معدود فی البُلہِ انّہٗ مدلّسٌ عمّن لحقھم وعمّن لم یلحقھم" (میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ حیدرآباد۔ نیز تہذیب التہذیب جلد ۵) کہ ابوقلابہ فقہاء میں سے نہ تھا بلکہ وہ اَبلہ مشہور تھا اور جو اُسے ملا اس کے بارے میں اور جو اس سے نہیں ملا ان کے بارے میں وہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ اسی طرح ثوبان کے متعلق ازدی کا قول ہے کہ "یتکلّمون فیہ" (میزان الاعتدال حیدرآباد جلد ۱ صفحہ ۱۷۳) کہ اس راوی کی صحت میں اہلِ علم کو کلام ہے۔

ترمذی کے دوسرے طریق میں عبدالرزاق بن ہمام اور معمر بن راشد دو راوی ضعیف ہیں۔ عبدالرزاق بن ہمام تو شیعہ تھا۔ قال النسائی فیہ نظرٌ۔ قال العباس العنبری ..... انّہٗ لکذّابٌ والواقدی اصدقُ منہ۔ کان عبدالرزاق کذّابًا یسرقُ الحدیث" (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۱۴) کہ نسائی کے نزدیک وہ قابلِ اعتبار نہیں اور عباس عنبری کہتے ہیں کہ وہ کذّاب تھا اور واقدی سے بھی زیادہ جھوٹا تھا۔ یہ شخص کذّاب تھا اور حدیث چوری کیا کرتا تھا۔

(ج) ابوداؤد اور ابن ماجہ کے راویوں میں ابوقلابہ اور ثوبان بھی ہیں جن کے متعلق ضمن ب مندرجہ بالا میں ذکر ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ سلیمان بن حرب اور محمد بن عیسیٰ بھی ضعیف ہیں۔ سلیمان بن حرب کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں کہ یہ راوی ایک حدیث کو پہلے ایک طرح بیان کرتا تھا لیکن جب کبھی دوسری دفعہ اسی حدیث کو بیان کرتا تھا تو پہلی سے مختلف ہوتی تھی۔ اور خطیب کہتے ہیں کہ یہ شخص روایت کے الفاظ میں تبدیلی کر دیا کرتا تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۴ صفحہ ۱۸۰)

محمد بن عیسیٰ کے متعلق خود ابوداؤد کہتے ہیں۔ "رُبَّمَا یُدَلِّسُ" (تہذیب التہذیب جلد ۹ صفحہ ۳۹۴) کہ کبھی کبھی تدلیس کر لیا کرتا تھا۔

ابوداؤد کے دوسرے طریق میں عبدالعزیز بن محمد اور العلاء بن عبدالرحمٰن ضعیف ہیں۔ عبدالعزیز بن محمد کو امام احمد بن حنبل نے خطا کار۔ ابوزرعہ نے "سییٔ الحفظ" اور نسائی نے کہا ہے کہ "لیس بالقوی" (قوی نہیں) ابن سعد کے نزدیک "کثیر الغلط" تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۶ صفحہ ۳۵۴)

اسی طرح ابوداؤد والی روایت کا دوسرا راوی العلاء بن عبدالرحمٰن بھی ضعیف ہے کیونکہ اس کے متعلق ابن معین

کہتے ہیں۔ "ھؤلاء الاربعۃ لیس حدیثھم حجۃ" (۱) سہل بن ابی صالح (۲) العلاء بن عبدالرحمٰن (۳) عاصم بن عبید اللہ (۴) ابن عقیل (تہذیب التہذیب جلد ۶ ص $\frac{13}{15}$) ان چاروں کی حدیث حجت نہیں ہے۔

پس جہاں تک راویوں کا تعلق ہے یہ روایت قابلِ استناد نہیں۔

الجواب ۳: اگر یہ حدیث صحیح تسلیم کر لی جائے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ مسلم کی شرح اکمال الاکمال میں لکھا ہے:-

"ھذا الحدیث ظھر صدقہ
فانہ لو عدّ من تنبأ من
زمنہ صلعم الی الآن یبلغ
ھذا العدد ویعرف ذٰلک
من یُطالع التاریخ"

(اکمال الاکمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۸ مصری) کہ
اس حدیث کی سچائی ثابت ہو گئی ہے
کیونکہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
لیکر آج تک کے نبوت کے جھوٹے مدعیوں
کو گنا جائے تو یہ تعداد پوری ہو چکی ہے
اور اس بات کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو
تاریخ کا مطالعہ کرتا ہے۔

اس کتاب کے لکھنے والے ۸۲۸ھ میں فوت ہوئے ہیں گویا چار سو سال گذرے کہ تیس ۳۰ دجّال آ چکے۔

(۴) نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ سے قبل اپنی کتاب حجج الکرامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ دجالوں کی تعداد پوری ہو چکی ہے۔ چنانچہ ان کی اصل عبارت بزبانِ فارسی حسب ذیل ہے:-

"بالجملہ آنچہ حضرت صلعم اخبار بوجود دجّالین کذّابین در یں اُمت فرمودہ واقع شدہ"
(حجج الکرامہ صفحہ ۲۳۹)

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس
امت میں دجّالوں کی آمد کی خبر دی تھی
وہ پوری ہو کر تعداد مکمل ہو چکی ہے۔" (نیز دیکھو [illegible] جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

غرضیکہ خواہ ۲۷ دجالوں کی آمد کی پیشگوئی ہو خواہ تیس ۳۰ کی بہرحال وہ تعداد پوری ہو چکی ہے۔ پس اس حدیث ثلاثون دجالون کذّابون کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کرنا عقل، نقل اور مسلّماتِ علماء کے خلاف ہے۔

بارھویں ۱۲ حدیث

لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجالٌ یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن من اُمّتی احد فعمر۔ (بخاری)

تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں میری اُمت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمر ہو گا۔"

اس حدیث پر مولوی مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"اس سے معلوم ہوا کہ نبوت کے بغیر
مخاطبۂ الٰہیہ سے سرفراز ہونے والے
بھی اس اُمت میں[1] اگر کوئی ہوتے تو
وہ حضرت عمرؓ ہوتے۔" (ختم نبوت صفحہ ۱۹)

---

[1] بخاری کے حاشیہ پر بحوالہ کرمانی لکھا ہے کہ اس جگہ اِنْ شک کے لئے نہیں آیا تاکید کے لئے آیا ہے۔

گویا مودودی صاحب کے نزدیک اس اُمّت کے لئے نبوّت غیر تشریعی کا تو سوال ہی نہیں اس میں تو "بنوّت کے بغیر مخاطبۂ الٰہیہ" پانے والے بھی نہیں ہوسکتے۔ یہ تو بنی اسرائیل کو ہی فخر حاصل تھا کہ ان میں ایسے مردانِ خدا ہوا کرتے تھے کہ اگرچہ وہ نبی نہ ہوتے تھے تب بھی مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتے تھے۔

معزز قارئین! مودودی صاحب نے اُمّتِ محمدیہ کے متعلق جو خیر اُمّت ہے نہایت مایوس کن نظریہ پیش کیا ہے۔ گویا یہ بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئی گزری اُمّت ہے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔

اگر مودودی صاحب کو خود کبھی مخاطبۂ الٰہیہ سے مشرف ہونے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تو انہوں نے اُمّت کے ہزارہا راستبازوں اور اولیاء کو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مخاطبہ کا شرف حاصل کیا اور جن کے الہامات اُمّت کا سرمایۂ افتخار ہیں اپنے اوپر کیوں قیاس کر لیا ہے؟

حدیث زیرِ نظر تو حضرت عمرؓ کے لئے بھی مخاطبۂ الٰہیہ کو ثابت کرتی ہے اور باقی اولیاء اُمّت کے لئے بھی۔ اور اسی صورت میں اسے قرآن مجید کی نصوص مثلاً اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ (حٰمٓ السجدہ ۳۰) سے نیز واقعات سے تطابق حاصل ہو سکتا ہے۔ مودودی صاحب کے ترجمہ کے رو سے یہ حدیث ان کی اپنی پیشکردہ دوسری حدیث لو کان بعدی نبیّ لکان عمر کے بھی مخالف ہے۔ کیونکہ اس سے حضرت عمرؓ کے لئے غیر نبیوں والا مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ بہرحال ثابت ہے۔ لیکن اس حدیث کے غلط ترجمہ سے اس کی بھی نفی کر رہے ہیں۔

تیرھویں حدیث "لا نبیّ بعدی ولا اُمّۃ بعد اُمّتی"۔ (بیہقی کتاب الرؤیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمّت کے بعد کوئی اُمّت نہیں۔"

(ختمِ نبوّت صـ۱۹)

مطلب حدیث تو نہایت واضح ہے کہ نئی اُمّت قائم کرنا صاحبِ شریعت نبیوں کا کام ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی صاحبِ شریعت نبی آنے والا ہے اور نہ ہی کوئی نئی اُمّت قائم ہونے والی ہے اُمتی نبی کا تو لفظ ہی اس کی نفی کرتا ہے کہ وہ کوئی نئی اُمّت قائم کرنے آیا ہے۔

چودھویں حدیث[۱۴] "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنّی اٰخِرُ الْاَنبیاء و اِنّ مسجدی اٰخِرُ المساجد" (مسلم صـ۵۳۳ باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد المدینۃ ومکّۃ)

کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے"۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد اور کوئی مسجد نہیں بنی؟ ضرور بنی ہیں اور بن رہی ہیں۔ بلکہ جتنی مسجدیں دنیا میں موجود ہیں سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد ہی تعمیر ہوئی ہیں۔ کیا ان کی تعمیر ناجائز ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اب میری مسجد کے بعد کوئی ایسی مسجد نہیں بن سکتی جو اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے نہ بنائی گئی ہو جو میری مسجد کا

مقصد ہے۔ یا جس میں وہ نماز پڑھی جائے جو میری مسجد میں نہ پڑھی جاتی ہو۔ یا جس کا قبلہ اور ہو لیں جو مفہوم میں یہاں "آخر المساجد" آیا ہے اسی مفہوم میں آخر الانبیاء آیا ہے یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے یا میری شریعت کے خلاف ہو۔ یا میری اتباع اور متابعت سے باہر ہو کر نبوت کا دعویٰ کرے۔

لفظ آخر کی مثالیں

عربی:۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے ؎

شَرِیْ وُدِّیْ وَ شُکْرِیْ مِنْ بَعِیْدٍ
لِاٰخِرِ غَالِبٍ اَبَدًا رَبِیْعُ

(حماسہ باب الادب)

اس شعر کا ترجمہ مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی جو حماسہ کے شارح ہیں ان الفاظ میں کرتے ہیں:۔

"ربیع ابن زیاد نے میری دوستی
اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے
جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلئے
عدیم المثل ہے خرید لیا ہے۔"

گویا "آخر" کا ترجمہ "ہمیشہ کے لئے عدیم المثل" ہوا۔ انہی معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخر الانبیاء یعنی ہمیشہ کے لئے عدیم النظیر ہیں۔

(۲) امام جلال الدین سیوطی نے امام ابن تیمیہ کے متعلق لکھا ہے:۔

"سیدنا الامام العالم العلامۃ
امام الائمۃ قدوۃ الامۃ
علامۃ العلماء وارث الانبیاء
آخِرُ الْمُجْتَهِدِیْنَ"

(الاشباہ والنظائر جلد ۳ - صفحہ ۳۱۰
مطبوعہ حیدرآباد)

گویا امام ابن تیمیہ آخر المجتہدین تھے۔ کیا ان کے بعد کوئی مجتہد نہیں ہوا؟

اردو:۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال اپنے استاد داغ کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتے ہیں ؎

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے

گویا داغ دلی کا آخری شاعر تھا۔ اسی مرثیہ میں آگے چل کر ڈاکٹر صاحب موصوف کہتے ہیں ؎

چل دیئے ساقی جو تھے میخانہ خالی رہ گیا
یادگار بزم دلی ایک حالی رہ گیا

(بانگ درا صفحہ ۵۹)

گویا داغ کے بعد حالی بزم دلی کی یادگار ہیں۔ نیز داغ کے بعد آج دلی میں سینکڑوں شاعر ہیں۔

مودودی صاحب کی خودساختہ تشریح کا جواب

حدیث اَنَا آخِرُ الانبیاء ومسجدی آخِرُ المساجد اپنے معنی خود بتا رہی ہے۔ جو معنے مسجد نبوی کے آخری مسجد ہونے کے کئے جائیں گے وہی معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے ہونگے۔ اگر "آخری مسجد" کی کوئی تاویل کی جائے گی تو وہی تاویل "آخری نبی" کی بھی ہوگی مگر جناب مودودی صاحب اس پر سخت برہم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

مسجد نبوی کے بعد پہ تو مسجدیں بنتی رہیں گی مگر باین ہمہ مدینہ منورہ کی مسجد آخری مسجد رہے گی لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی اتباع میں کوئی اُمتی نبی پیدا ہو جائے جو آپؐ کے دین کی اشاعت کیلئے کھڑا ہو تو آنحضرتؐ کا آخری نبی ہونا غلط قرار پاتا ہے یا للعجب۔

مودودی صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

”حضورؐ کے ارشاد کا منشاء یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں اسلئے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو“ (حاشیہ صفحہ ۲۰)

جواباً گزارش ہے کہ کیا حضرت عیسیٰؑ نبی اللہ بھی آنے والے نہیں؟ پھر یہ سوال بھی ہے کہ جب وہ بقول آپ کے امت میں چالیس برس تک حکمِ عدل ہو کر رہیں گے اور ساری دنیا کو مسلمان بنائیں گے۔ تو کیا وہ مسجد بنانے کا خیال تک بھی دل میں نہ لائیں گے؟ کیا دنیا بھر میں نومسلموں کے لئے کسی ایک جگہ بھی حضرت عیسیٰؑ مسجد تعمیر نہ کریں گے حالانکہ وہ صاحب اقتدار اور امام ہوں گے؟ ہمیں یقین ہے کہ صرف مودودی صاحب ہی یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ چالیس برس میں ایک مسجد بھی نہ بنائیں گے، تا زیادہ ثواب والی چوتھی مسجد بن جائے۔ نیز عرض

ہے کہ اگر آخر المساجد کے معنے زیادہ ثواب والی مسجدوں میں سے آخری ہے مطلق مساجد میں سے آخری نہیں تو اسی طرح آخر الانبیاء کے معنے شریعت لانے والے نبیوں میں سے آخری نبی کیوں نہ کئے جاویں؟ اندریں صورت مطلق انبیاء میں سے بلحاظ زمانہ آخری قرار نہ پائیں گے بلکہ آخری شارع نبی قرار پائیں گے۔

خاتم النبیین اور آخر الانبیاء کے نہایت لطیف علمی معنے!

احادیث نبویہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات نام انبیاء کے مطابق ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ذکر ہوئے ہیں وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھی ننانوے صفاتی نام مروی ہیں۔ امام زرقانی نے قاضی ابوبکر ابن العربی کی کتاب احکام القرآن کے حوالہ سے لکھا ہے قال بعض الصوفیۃ للہ تعالیٰ الف اسم وللنبی صلی اللہ علیہ وسلم الف اسم (زرقانی جلد ۳ صفحہ ۱۱۳) کہ بعض صوفیاء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہزار اسماء ہیں اور آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہزار نام ہیں۔ الغرض امت محمدیہ کا یہ اجتماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے کامل مظہر ہیں اور آپؐ کی صفات اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے مطابقت رکھتی ہیں۔

اس مطابقت اور مشابہت کی روشنی میں خاتمیت کا مفہوم نہایت واضح ہے۔ یونہی لفظ پرست لوگ بات کو طول دے رہے ہیں اور حقائق پسندی کا

ثبوت دینے کی بجائے قشر پر قانع ہو رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتہات الصفات میں الْاَوَّل اور الْاٰخِر دو صفات مذکور ہیں اور ان صفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت کو احادیث میں الفاتح اور الخاتم کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں الخاتم کے ساتھ الآخر بھی حضور علیہ السلام کی صفت بیان ہوئی ہے۔ بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت اور آخریت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت الْاٰخِرُ سے ماخوذ اور اس کے مشابہ ہے۔

یہ ایک نہایت **لطیف نکتہ** ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فاتح اور خاتم کے لقب سے **معراج** کے موقع پر سرفراز فرمایا ہے لکھا ہے:۔

"فیما خاطبه به لیلة المعراج
وجعلتك فاتحاً وخاتماً"

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۱۶)

گویا معراج حضور علیہ السلام کے بلند ترین ارتقاء کی تعبیر ہے۔ جس طرح اس موقع پر آپ تمثلی رنگ میں تمام انبیاء کے مقامات سے اوپر چلے گئے اسی طرح آپ کے معنوی کمال کے اظہار کے طور پر اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"جعلتك فاتحاً وخاتماً"

میں نے تجھے فاتح اور خاتم یعنی اوّل اور آخر بنایا ہے۔ گویا اس طرح سے معراج کا مقام شانِ محمدیت کا انتہائی عروج ہے اور اس میں خصوصیت سے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتِ باری تعالیٰ هو الاوّلُ والآخِرُ کے مظہر اتم بننے کا اعلان ہے۔

حضرت امام محمد الزرقانی اس موقع پر لکھتے ہیں:۔

"هذان الاسمان مما سماه الله به من اسمائه الحسنیٰ وان كان معنی الاوّل فی حقه تعالیٰ السابق للاشیاء قبل وجودها بلا بداية والآخر للاشياء بعد فنائها بلا نهاية قال عياض وتحقيقه انّه ليس له اوّل ولا آخر وقد غفل وجهد من اعترض على عياض بانّه لا مناسبة بينهما فانّهما فی حقه تعالیٰ غيرهما فی حقه صلی الله عليه وسلم فكفاه شرفاً تسميته باسماء ربّه ومشاركته فی اللفظ وان اختلف المعنیٰ۔" (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۱ مطبوعہ مطبع ازہریہ مصر ۱۳۲۶ھ)

یعنی الاوّل والآخر اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی یہ نام رکھے ہیں۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اوّل و آخر ہونا اپنی شان کے مطابق ہے اور حضور علیہ السلام کا اوّل و آخر ہونا اپنے مقام کے مطابق

ہے تاہم یہ امر کافی فخر کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے اسماء سے موسوم فرمایا اور آپ کو یہ صفات بخشی ہیں اگرچہ معنے میں کچھ اختلاف ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخریت یا خاتمیت کو سمجھنے کے لئے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے الآخر ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اسی معنے کی روشنی میں حضور علیہ السلام کے خاتم یا آخر ہونے کا مفہوم متعین ہو سکے گا۔

قابل غور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسم "الآخر" کے کیا معنے ہیں۔ اسی کے جاننے سے خاتمیت محمدیہ کی حقیقت سمجھ آتی ہے۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔ کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ سوتے وقت دعا میں کہا کرتے تھے:۔

"انت الاوّل فلیس قبلك شئ وانت الآخر فلیس بعدك شئ۔" (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص۳۰۲)

علامہ ابن حیان نے آیت هو الاوّل والآخر کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

"هو الاوّل الذی لیس لوجوده بدایة مفتتحة والآخر الدائم الذی لیس له نهایة منقضیة وقیل الاوّل الذی کان قبل کلّ شئ والآخر الذی یبقی بعد هلاك کل شئ... وقال ابوبکر الوراق الاوّل بالازلیة والآخر بالابدیة۔"

(البحر المحیط جلد ۸ ص۲۱۳)

علامہ الزمخشری لکھتے ہیں:۔

"هو الاوّل: هو القدیم الذی کان قبل کل شئ والآخر الذی یبقی بعد هلاك کل شئ۔" (الکشاف جلد ۴ ص۴۶۲)

امام البیضاوی تحریر فرماتے ہیں:۔

"هو الاوّل - السابق علی سائر الموجودات من حیث انه موجدها ومحدثها والآخر الباقی بعد فنائها ولو بالنظر الی ذاتها مع قطع النظر عن غیرها - او هو الاوّل الذی یبتدی منه الاسباب والآخر الذی ینتهی الیه المسببات۔"

(انوار التنزیل جلد ۲ ص۴۳۴ و ص۴۳۵)

ان تفسیری اقتباسات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اوّل و آخر ہونا درحقیقت اس کی ازلیت و ابدیت کے ہم معنی ہے۔ اسے اوّل و آخر کہنا اس کے دائمی وجود کا مترادف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت "الآخر" اس بات کی متقاضی ہے کہ جملہ مسببات کا سلسلہ اس تک منتہی ہو۔

الّذی ینتھی الیہ المسبّبات"۔ اِس معنیٰ کا تعیّن اور اس کی وضاحت اس اختلافی عقیدہ سے ہوجاتی ہے جو صدیوں سے اہلسنّت والجماعت (اشاعرہ) اور فرقہ جہمیہ کے درمیان موجب نزاع ہے۔ بات یوں ہے کہ فرقہ جہمیہ کا اعتقاد ہے کہ ایک دن اہلِ جنّت پر فنا آجائے گی اس لئے ان کے حق میں "ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ" سے دوام ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک اہلِ جنّت کی بقاء اللہ تعالیٰ کی صفت الآخر کے منافی ہے۔ جہمیہ کے برعکس اہلسنّت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ جنّتیوں کی بقاء چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور قانون کے تابع ہے بالذّات نہیں ہے اسلئے ان کی بقاء صفتِ باری "الآخِرُ" کے خلاف نہیں۔ آیت قرآنی ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (البقرہ) کی تفسیر میں امام البیضاوی لکھتے ہیں "المراد بہ الدوام ھھنا عند الجمھور"۔ اِس عبارت پر حاشیہ میں لکھا ہے:۔

"خلافاً للجھمیۃ والّذی دعاھم الیٰ ھٰذا انّہٗ تعالیٰ وصف نفسہ بانہ الاوّل والآخر والاوّلیّۃ تقدمہ علیٰ جمیع المخلوقات الآخریۃ تأخرہ علیہ ولا یکون الّا بفناء ما سواہ ولو بقیت الجنّۃ واھلھا کان فیہ تشبیہ الخالق والخلق و ھو محال"

ترجمہ:۔ "یہ معنے (یعنی خلود بمعنی دوام) جہمیہ فرقہ کے خلاف ہیں۔ انہیں اس بات کا خیال اس طرح پیدا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات میں الاوّلُ والآخِرُ کو ذکر فرمایا ہے۔ اس کی اوّلیت کے معنے یہ ہیں کہ وہ سب مخلوقات سے متقدم ہے اور اس کی آخریت کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب مخلوقات سے متاخر ہے اور یہ مفہوم تب ہی متحقق ہو سکتا ہے جب تمام ماسوی اللہ پر موت آجائے۔ لیکن اگر جنّت اور اہلِ جنّت دائمی طور پر باقی رہیں تو اس سے خالق اور مخلوق کا ہمرنگ طور پر باقی رہنا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے"

جہمیہ کے اِس استدلال کا جواب اہلسنّت والجماعۃ کی طرف سے بایں الفاظ دیا گیا ہے:۔

"ومعنی الاوّل والآخر لیس کما ادعوا انّہٗ صفۃ کمال ومعناہ لا ابتداء لوجودہ ولا انتہاء لہ فی ذاتہ من غیر استناد لغیرہ فھو واجب الوجود مستحیل العدم وبقاء الخلق لیس کذلک فلا یشبھہ شیء من

خلقه۔"

ترجمہ۔ لفظ الاوّل اور الآخر کا وہ مطلب نہیں جو جہمیہ فرقہ کے لوگوں نے سمجھا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور صفت کمال وارد ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے وہ کسی کے سہارے کا محتاج نہیں۔ اس کے وجود کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء۔ وہ واجب الوجود اور مستحیل العدم ہے۔ مخلوق یعنی اہلِ جنّت کی بقاء ذاتی نہیں یعنی ذاتی نہیں۔ پس مخلوق میں سے کوئی چیز خالق کے مشابہ نہ ٹھہری۔" (حاشیہ تفسیر البیضاوی ... مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی)

اِس بیان سے بالبداہت ثابت ہے کہ اہلسنّت الجماعت کے نزدیک صفت الٰہی "الآخر" کا صرف یہ تقاضا ہے کہ غیر اللہ کا ذاتی وجود نہ ہے اللہ تعالیٰ کی ظلّیت میں باقی رہنے والے اہلِ جنّت کا وجود اللہ تعالیٰ کی صفت "الآخر" کے منافی نہیں۔ اسی مسلّم تشریح کے مطابق یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "آخر الانبیاء" یا "الخاتم" ہونے کا صرف یہ تقاضا ہے کہ آپ کے ظہور کے بعد کوئی شخص ذاتی طور پر وصف نبوّت سے متصف نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ کہ جس طرح اہلِ جنّت کی دائمی بقاء صفت باری "الآخر" کے منافی نہیں۔ کیونکہ اہلِ جنّت کی بقاء ذاتی نہیں بلکہ بالعرض ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت "الآخر" کا ہی ظلّی ظہور ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی تابعیت اور ظلّیت میں نبوّت پانے والے وجود آپ کے "آخر الانبیاء" ہونے کے منافی نہیں۔ کیونکہ نہ اہلِ جنّت کی بقاء ذاتی ہے اور نہ ہی ان ظلّی اور اُمّتی نبیوں کی نبوّت ذاتی ہے۔ صلی اللہ علی النبیّ وسلّم۔

فصل پنجم

صحابہؓ کا اجماع اور مسیلمہ کذّاب کا دعویٰ نبوّت

(۱) مودودی صاحب لکھتے ہیں: "قرآن و سنّت کے بعد تیسرے درجے میں اہم ترین حیثیت صحابہ کرام کے اجماع کی ہے۔" (ختم نبوّت صفحہ ۲۱)

اقول۔ یہ بات درست ہے۔ صحابہؓ کا اجماع

دو طرح کا ہوتا ہے۔ اوّل یہ کہ سب کہیں اَجْمَعْنَا عَلیٰ کَذا کہ ہم سب اس بات پر اتفاق کرتے ہیں۔ دوم یہ کہ بعض صراحتاً بیان کریں اور باقی خاموش رہیں۔ موخر الذکر کو اجماع سکوتی کہتے ہیں (نور الانوار ص۱۸۹) سوال یہ ہے کہ امتی نبوت کے انقطاع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کبھی اجماع کیا ہے؟

(۲) مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی ان سب کے خلاف صحابہ کرام نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔ اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مسیلمہ کذاب کا معاملہ قابلِ ذکر ہے۔"

اقول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد عرب میں ارتداد اور بغاوت کی ایک شدید لہر دوڑ گئی تھی۔ ان لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا اور اسلامی حکومت کے مقابل پر کھڑے ہو گئے تھے۔ ان سب مرتدین اور باغیوں سے خلیفۂ وقت حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے صحابہؓ نے جنگ کی اور کامیاب ہوئے اور پھر ان سب لوگوں نے اسلامی سلطنت کی اطاعت قبول کر لی۔ ان مرتد قبائل میں سے بنو حنیفہ میں مسیلمہ مدعی نبوت بھی تھا جو جنگ میں قتل ہوا اور بنو حنیفہ نے خلافت کی اطاعت کر لی۔

(۳) مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔ "یہ شخص (مسیلمہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر نہ تھا۔ بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اسے حضورؐ کے ساتھ شریک نبوت بنایا گیا ہے۔ اس نے حضورؐ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں من مسیلمة رسول الله الی محمد رسول الله سلام علیک فانی اشرکت فی الامر معک۔ مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں (طبری جلد دوم ص۳۹۹ طبع مصر) اس صریح اقرار رسالت محمدیؐ کے باوجود اسے کافر و خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی۔" (ختم نبوت ص۲۱-۲۲)

اقول۔ الف:۔ مسیلمہ کذاب کو مودودی صاحب نے "حضورؐ کے ساتھ شریک نبوت" قرار دینے میں مسیلمہ کے خیال سے بھی بڑھ کر بات کی ہے۔ مسیلمہ کے فقرہ اشرکت فی الامر معک کا ترجمہ "نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں" مودودی صاحب کی اپنی ایجاد ہے جو سراسر غلط ہے۔ انہیں اس ایجاد کا موقعہ اسلئے مل گیا کہ انہوں نے مسیلمہ کے خط کا فقرہ مکمل نقل نہیں فرمایا۔ مسیلمہ نے لکھا تھا:۔

"فانی قد اشرکت فی الامر

معك فان لنا نصف الامر
و للقریش نصف الامر"
کہ مجھے الامر میں آپ کے ساتھ شریک
کیا گیا ہوں۔ پس آدھا الامر ہمارے
لئے ہے اور آدھا قریش کے لئے"
ظاہر ہے کہ مسیلمہ قریش کو آدھا دعویدار
نبوت نہیں ٹھہراتا۔ اس کی مراد اس عبارت
میں الامر سے حکومت اور زمینی اقتدار ہے۔
مسند ابی حنیفہؒ میں مسیلمہ کذاب کا خط
ان الفاظ میں مروی ہے "من مسیلمة
رسول اللّٰہ الی محمد رسول اللّٰہ امّا
بعد فقد اشرکت فی الارض فلی نصف
الارض ولقریش نصفها غیر ان قریشًا
قوم یعتدون" (مسند الامام ابی حنیفہ
برحاشیہ الادب المفرد ص۱۸۵ مطبع مصر)
دیگر روایات سے بھی ظاہر ہے کہ مسیلمہ اور
اس کی قوم عصبیت جاہلیت کے ماتحت دنیوی
حکومت کی بھوکی تھی۔ لکھا ہے کہ جب وہ مدینہ
میں آیا تو اس نے غائبانہ کہا تھا:۔
اِنْ جَعَلَ لِی مُحَمَّدٌ من بعدہ
تبعتُهٗ و قدمها فی بشر کثیر
من قومه۔
کہ اگر محمدؐ اپنے بعد میرے لئے حکومت
مقرر کر دیں تو میں آپ کی پیروی
کرنے کے لئے تیار ہوں۔ وہ اس
وقت اپنی قوم کی ایک بڑی جمعیت
ساتھ لایا تھا"
(البخاری جلد ۲ ص۶۲۸ مطبع مجتبائی)
آپؐ کے سامنے آنے پر مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہا:۔
اِنْ شِئْتَ خَلَّیْتَ بیننا و
بین الامر ثمّ جَعَلْتَه لنا
بعدك فقال له النبیّ
صلّی اللّٰہ علیه وسلّم لو
سَأَلْتَنِیْ هٰذا القَضِیْبَ
ما اَعْطَیْتُکَهٗ۔
کہ اگر آپ چاہیں تو اب بے شک
حکومت کریں مگر اپنے بعد اسے
ہمارے لئے مخصوص کر جائیں نبی
پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ
والی شاخ کی طرف اشارہ کرتے
ہوئے فرمایا کہ حکومت تو بڑی بات
ہے میں تو تجھے یہ شاخ بھی دینے کیلئے
تیار نہیں ہوں" (بخاری جلد ۲
ص۶۲۸ مجتبائی)
گویا مسیلمہ کذاب جس اَلْاَمْر میں شریک ہونا
چاہتا تھا وہ حکومت اور دنیوی اقتدار تھا۔
اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسکے خط
کا تحریری جواب یہ دیا تھا:۔
امّا بعدُ فانّ الارض للّٰہ یورثها

مَنْ یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین۔

کہ زمین اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا مالک اور وارث بناتا ہے اور انجام متقیوں کے لئے ہے۔"

پس مودودی صاحب نے پہلے تو مسیلمہ کذاب کی طرف وہ بات منسوب کی ہے جو وہ نہیں کہتا تھا۔ اس کا اصل مطالبہ تو حکومت و اقتدار میں شریک ہونے کا تھا۔

ب۔ تاریخی طور پر یہ درست ہے کہ مسیلمہ جھوٹا مدعی نبوت تھا مگر وہ تشریعی نبوت کا دعویدار تھا۔ اس نے قرآن مجید کے مقابل کتاب بنانے کا ادّعا کیا تھا اور کچھ غلط سلط فقرات بنائے بھی تھے۔ لکھا ہے کہ جب مسیلمہ کے قتل ہونے اور اس کی قوم کے شکست کھا جانے کے بعد باقی سب بنو حنیفہ دوبارہ مسلمان ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے مسیلمہ کا کلام سننے کی خواہش کی تعمیل حکم میں انہوں نے اس کے بعض کلمات سنائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلام سنا تو ان کو بنو حنیفہ کی جہالت پر بے حد تعجب ہوا اور آپ نے اس امر پر سخت حیرت کا اظہار کیا کہ ان لوگوں کو انتہائی فصیح و بلیغ کلام (قرآن مجید) اور ہزلیات (مسیلمہ کے کلام)

میں کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔"

(کتاب "خلفائے محمدؐ" مؤلفہ علامہ عمر ابو النصر اردو ترجمہ صفحہ ۱۰۵)

مسیلمہ نے فجر اور عشاء کی نمازوں کے منسوخ کرنے کا بھی اعلان کر دیا تھا۔ گویا مسیلمہ آنحضرتؐ کے مدمقابل صاحبِ شریعت بنتا چاہتا تھا۔ ان حالات میں صرف مودودی صاحب ہی کہہ سکتے ہیں کہ مسیلمہ "رسالتِ محمدی کا صریح اقرار" کرتا تھا۔ غالباً مودودی صاحب مسیلمہ کے فقرہ "من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ" کو سمجھ نہیں سکے جو اس نے ازراہِ شرارت لکھا تھا۔

مسند احمد میں لکھا ہے کہ مسیلمہ کے دو ایلچی دربارِ نبوی میں آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا

اَتشھدان انّی رسول اللّٰہ
فقالا نشھد انّ مسیلمۃ
رسول اللّٰہ۔

کہ کیا تم شہادت دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ ان دونوں نے کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے۔"

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۳۴۷ باب الامان)

حضرت خالد بن الولید نے مسیلمہ کی قوم سے دریافت کیا:۔

یا بنی حنیفة ما تقولون قالوا
نقول منا نبیٌّ و منکم نبیٌّ ۔
کہ تم کیا عقیدہ رکھتے ہو انہوں نے
کہا کہ ہمارا نبی ہم میں سے اور تمہارا
نبی تم میں سے ہے۔" (الطبری جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

اندریں حالات مسیلمہ کو "رسالت محمدی کا صریح اقرار" کرنے والا قرار دینا محض عداوتِ احمدیت کا نتیجہ ہے۔

(۴) مودودی صاحب مسیلمہ کذاب کے پیروؤں کی حمایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنوحنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (بہ الفاظ دیگر good faith) اس پر ایمان لائے تھے اور انہیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خود شریکِ رسالت کیا ہے" (صفحہ ۲۲)

اقول: مسلمان مؤرخین میں تو ایک بھی ایسا نہیں جس نے بنوحنیفہ کے مسیلمہ پر ایمان کو "نیک نیتی" پر مبنی قرار دیا ہو۔ یہ انکشاف تو صرف مولانا مودودی پر ہوا ہے اور اگر فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء کی "تحقیقاتی عدالت" میں مولانا پیش نہ ہوتے تو غالباً ان پر بھی یہ راز نہ کھل سکتا تھا۔

قارئین کرام! بخاری شریف کے مندرجہ بالا حوالجات کی روشنی میں آپ خود اندازہ لگا لیں کہ بنوحنیفہ کہاں تک نیک نیت تھے۔ نیز یہ کہ آیا ان کے لئے کسی غلط فہمی کا موقعہ تھا؟ ہم اس سلسلہ میں مزید تین حوالے پیش کرتے ہیں۔ جن سے بنوحنیفہ کی نیک نیتی کے علاوہ مودودی صاحب کا مقصد بھی سامنے آجائیگا۔

عمیر بن طلحہ نے مسیلمہ کو کہا تھا:۔
أَشْهَدُ أَنَّكَ كَذَّابٌ وَأَنَّ
مُحَمَّدًا صَادِقٌ وَلٰكِنَّ
كَذَّابَ رَبِيعَةَ أَحَبُّ إِلَيْنَا
مِنْ صَادِقِ مُضَرَ ۔
میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جھوٹا ہے
اور محمدؐ صادق ہیں لیکن ہمارے قبیلہ
ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر یعنی قریش
کے صادق سے زیادہ پیارا ہے"
(طبری جلد ۳ صفحہ ۲۴۶)

الکلبی سے روایت ہے کہ اس نے کہا:۔
کذاب ربیعة احب الینا من
کذاب مضر ۔
کہ ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر کے کذاب سے زیادہ اچھا ہے۔" (طبری جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

کیا ان لوگوں کے متعلق یہ کہنا کہ وہ مسیلمہ پر in good faith ایمان لائے تھے اپنی نیت کے بُرے ہونے کا ثبوت فراہم کرنا نہیں؟

نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپال نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اس (مسیلمہ) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل **تشریعی نبوّت** کا دعویٰ کیا اور شراب اور زنا کو حلال قرار دیا۔ فریضۂ نماز کو ساقط کر دیا۔ قرآن مجید کے مقابلہ میں سورتیں لکھیں۔ پس شریر اور مفسد لوگوں کا گروہ اس کے تابع ہو گیا۔"

(حجج الکرامہ صفحہ ۳۲۴ ترجمہ از فارسی)

ان حالات میں قارئین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو "نیک نیت" قرار دینے میں مودودی صاحب کس مقام پر آ گئے ہیں؟

(۵) مودودی صاحب اپنے غلط مقصد کے لئے بات کو رنگ دے کر پیش کرنے کی مہارت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اسلامی قانون کی رو سے باغی مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیران جنگ غلام نہیں بنائے جا سکتے بلکہ مسلمان تو درکنار ذمی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے لیکن مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے اعلان فرمایا کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائیگا۔"

(ختم نبوت صفحہ ۳۲)

اقول۔ اوّل تو مودودی صاحب نے اس اسلامی قانون کا حوالہ نہیں دیا جس کی موہوم خلاف ورزی کی آڑ لیکر وہ حضرت ابوبکرؓ کے اعلان کو غلط رنگ دینا چاہتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیریہ میں تو صاف لکھا ہے:۔

"قوم ارتدوا عن الاسلام وحاربوا المسلمين وغلبوا على مدينة من مدائنهم في ارض الحرب ومعهم نساؤهم وذراريهم ثم ظهر المسلمون عليهم فانه تقتل رجالهم وتسبى نساؤهم وذراريهم كذا في المبسوط" (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ کانپور)

کہ جو لوگ اسلام سے مرتد ہو جائیں اور مسلمانوں سے جنگ شروع کر دیں اور علاقہ جنگ کے کسی شہر پر قابض بھی ہو جائیں اور ان کے ساتھ ان کی عورتیں اور بچے بھی ہوں پھر ان پر مسلمان غالب آ جائیں تو ان کے مردوں کو تہ تیغ کر دیا جائے گا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے گا۔"

دوم۔ مودودی صاحب یہ غلط تاثر پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر چڑھائی کے وقت کوئی خاص اور علیحدہ اعلان فرمایا تھا حالانکہ تاریخ میں لکھا ہے کہ مرتد محاربین کے دفاع کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو طلیحہ بن خویلد اسدی نیز مالک بن نویرہ کے مقابلہ کیلئے بھیجا۔ عکرمہؓ کو یمامہ میں مسیلمہ کذاب کے مقابلہ کے لئے مقرر کیا اور شرجیل بن حسنہ کو ان کی امداد کے لئے روانہ کرتے ہوئے حکم دیا تھا کہ مسیلمہ سے فارغ ہو کر قضاعہ کی طرف بڑھیں۔ حذیفہ بن محصن کو عمان میں اہلِ دبا کے مقابلہ کے لئے مقرر فرمایا۔ عرفجہ بن ہرثمہ کو اہلِ مہرہ کی طرف بھیجا۔ سویدؓ بن مقرن کو تہامہ یمن کی طرف بھیجا۔ علاء بن الحضرمی کو بحرین روانہ کیا۔ عمرو بن العاص کو سرحد شام کی طرف بھیجا۔ وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابوبکرؓ نے ان امراء کے ذریعہ ملک بھر کے مرتدین اور باغیوں کے نام جو اعلان بھجوایا وہ یکساں تھا اس میں مسیلمہ اور اس کے پیروؤں کے لئے امتیازی احکام نہ تھے۔ خلاصۂ اعلان یہی تھا کہ مقابلہ کرنے والے مردوں کو قتل کر دیا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا جائے گا۔ (ملخص از کتاب "خلفائے محمدؐ" صفحہ ۲۳ تا ۳۴)

پس سب مرتد اور باغی برسرِ پیکار قبائل کی سرکوبی کے لئے ایک ہی اعلان تھا۔ خواہ ان قبائل میں کوئی مدعیٔ نبوت تھا یا نہیں۔ یہ قبائل چونکہ خود جنگ کر رہے تھے اسلئے ان سے شرعاً یہی سلوک ہونا چاہیئے تھا اس جگہ دعویٰ نبوت کی بحث داخل کرنے کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش ہے۔

(۶) مسیلمہ کذاب اور اس کے پیروؤں کی حمایت سے جناب مودودی صاحب جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ ان کے آخری الفاظ میں یوں ہے کہ:-

"صحابہ نے جس جرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم نہ تھا بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضورؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی۔ ابوبکر صدیق کی قیادت میں ہوئی اور صحابہ کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی اجماعِ صحابہ کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو" (ص۲۲)

اقول۔ (الف) خلافت صدیقی میں عرب کے محارب مرتدین سے صحابہؓ کی جنگ انکی بغاوت

اور محاربہ کی وجہ سے تھی۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جسے چھپایا نہیں جا سکتا۔ بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ کی قوم بھی محارب مرتدین میں شامل تھی۔

مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ بنو حنیفہ سے جنگ صرف اسلئے کی گئی کہ ان میں سے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس پر ایمان لے آئے تھے اسی صورت میں قابل پذیرائی ہو سکتا ہے جبکہ مودودی صاحب اس بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ کا کوئی ارشاد یا اعلان پیش کر سکیں مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

(ب) مودودی صاحب کے استدلال کی تغلیط کے لئے یہی کافی ہے کہ مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے سامنے نبوت کا دعویٰ کیا مگر حضورؐ نے نہ خود اس سے جنگ کی اور نہ ہی صحابہ کو اس سے جنگ کرنے کا ارشاد فرمایا۔ پس ماننا پڑے گا کہ جنگ کی وجہ وہ نئے حالات تھے جو حضور کی وفات کے بعد پیدا ہو گئے تھے کہ:-

(۱) مسیلمہ نے اسلامی حکومت کے مقابلہ کے لئے چالیس ہزار کا لشکر جرار تیار کیا۔

(۲) اس نے کہا کہ میں اپنی اور سجاح کی فوج کے ساتھ تمام عرب پر قبضہ کر دوں گا۔

(۳) یمامہ سے خود خراج وصول کرتا تھا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے مقرر کردہ والی ثمامہ بن اثال کو اس نے نکال دیا تھا اور خود اس علاقہ کا حاکم بن گیا تھا (ملاحظہ ہو تاریخ الخمیس جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ و تاریخ طبری اردو ترجمہ مطبوعہ حیدرآباد دکن حصہ اول جلد چہارم)

(ج) اس جگہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "انا بینهما صاحب صنعاء وصاحب الیمامة" پر صحیح البخاری کا حاشیہ درج کرنا چاہتے ہیں۔ لکھا ہے:-

"فادعی (الاسود) النبوة و عظمت شوکته وحارب المسلمین وقتل فیهم و غلب علی البلاد وآل امره الی ان قتل فی حیاة النبی صلی الله علیه وسلم و اما مسیلمة فکان ادعی النبوة فی حیاة النبی صلی الله علیه وسلم لکن لم تعظم شوکته ولم یقع محاربته الا فی عهد ابی بکر" (البخاری کتاب الرؤیا جلد ۲ حاشیہ صفحہ ۱۰۴۲ مجتبائی)

ترجمہ:- اسود عنسی نے آنحضرتؐ کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کی شان و شوکت بن گئی۔ اس نے مسلمانوں سے جنگ کی اور انہیں قتل کیا اور علاقہ پر قابض ہو گیا۔

اس کا انجام یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قتل کر دیا گیا۔ ہاں مسیلمہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نبوت کا دعویٰ کیا مگر اس وقت نہ اس کی شوکت قائم ہوئی اور نہ ہی اس سے جنگ پیش آئی سوائے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ کے۔"

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ اسود عنسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی مسلمانوں سے جنگ چھیڑ دی اور وہ حضورؐ کی زندگی میں قتل ہو گیا لیکن مسیلمہ نے اس وقت عملی بغاوت نہ کی تھی۔ اگرچہ اس کا دعویٰ نبوت موجود تھا لیکن اس سے آنحضرتؐ کی زندگی میں جنگ نہیں کی گئی۔ البتہ جب اس نے آنحضرت کی وفات کے بعد عملی بغاوت شروع کر دی تو صحابہؓ نے اس سے جنگ کی اور وہ ہلاک ہو گیا۔

اندریں حالات اگر مسیلمہ کذاب کے واقعہ سے صحابہ کے کسی قسم کے اجماع پر استدلال کیا جا سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ مرتد محاربین جب عملی بغاوت اختیار کر لیں تو ان سے جنگ لابدی ہے۔ اگر دعویٰ نبوت کو درمیان میں داخل کئے بغیر مودودی صاحب کی تسلی نہیں ہو سکتی تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا مدعیٔ نبوت جو تشریعی نبوت کا دعویدار ہو، اسلامی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہو اور عملاً مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہو کر کثیر تیار کر لیا ہو ایسے مدعی سے جنگ کرنا لازمی ہے۔ صحابہ کے عمل سے یہی ثابت ہے۔

غیر تشریعی نبوت پر صحابہؓ کا اجماع

مودودی صاحب تو بات کو توڑ مروڑ کر بھی غیر تشریعی نبوت کے ممتنع ہونے پر صحابہؓ کا کسی قسم کا اجماع ثابت نہیں کر سکے۔ آئیے ہم بتائیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع اس بارے میں کس بات پر ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تفقہ اور آپ کی علم دین میں مہارت سب اُمت کو مسلّم ہے۔ انہوں نے صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔

کہ اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء تو کہا کرو مگر یہ کبھی نہ کہنا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ ہوگا۔"

یہ قول حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہؓ کے مجمع میں فرمایا جیسا کہ لفظ قولوا اور لا تقولوا سے خود ظاہر ہے۔ مگر سارے مجمع میں سے اس کے برخلاف ایک آواز نہیں اُٹھی۔ حالانکہ بظاہر حضرت عائشہؓ کا قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نظر آتا ہے مگر صحابہؓ خوب سمجھتے تھے کہ لا نبی بعدی کا ایک غلط مفہوم لیا جا سکتا ہے جو قرآن مجید اور دیگر نصوص کے خلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ اسی غلط مفہوم کی تردید فرما رہی ہیں۔ اس لئے سب نے حضرت عائشہؓ کی بات سے اتفاق کیا۔

اس اجمال کی تفصیل امام محمد طاہر نے حضرت

اُمّ المومنینؓ کا مندرجہ بالا قول درج کرنے کے بعد یوں بیان فرمائی ہے :-

هذا ناظر الی نزول عیسیٰ و
هذا لاینافی حدیث لانبیّ
بعدی؛ لانّه اراد لانبیّ ینسخ
شرعه

کہ حضرت عائشہ رضی کا مقصد نزول مسیح کو مدنظر رکھتا ہے۔ نیز یہ بات لا نبیّ بعدی کے مخالف نہیں کیونکہ لا نبیّ بعدی کی حدیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا کہ میرے بعد ایسے نبی نہیں آسکتے جو میری شریعت کو منسوخ قرار دیں۔"

(تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

بات صاف ہے کہ حدیث نبوی لا نبیّ بعدی کا مدعا یہ ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لا نبیّ بعدہ کے اس عام مفہوم کے مدنظر کہ کسی قسم کا بھی نبی نہیں آسکتا اس کے استعمال سے روک رہی ہیں۔ دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کیا اور اس طرح اصول کی کتاب نور الانوار کے حوالہ کے مطابق اس بات پر صحابہ کا سکوتی اجماع ہوگیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آسکتا۔ مگر اُمتی نبی آسکتا ہے۔ وھو المراد۔

اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت

مودودی صاحب کی ساری تگ و دو اسلئے ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) مسیلمہ کی طرح کذاب مدعیٔ نبوت ثابت کریں اور جماعت احمدیہ کو واجب القتل قرار دیں۔ حالانکہ دوسرے ہزاروں شواہد و دلائل سے قطع نظر مودودی صاحب کے لئے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہی فعلی شہادت کافی تھی کہ مسیلمہ کذاب پورے ساز و سامان اور چالیس ہزار کے لشکر جرار کے باوجود ناکام و تباہ ہوا اور مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوگیا لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ انتہائی بیکسی کے باوجود علماء، پنڈتوں، پادریوں کی علیحدہ علیحدہ اور متفقہ کوششوں کے باوجود کامیاب و کامران ہوئے اور دشمن ہزارہا قسم کی سازشوں کے باوجود آپ کے قتل پر قادر نہ ہوسکے۔ مسیلمہ کی جمعیت چند دن میں پراگندہ ہوگئی اور اس کا مشن نابود ہوگیا لیکن حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی جماعت ستر سال سے روز افزوں ترقی کررہی ہے اور اکناف عالم میں اسلام کے پرچم کو بلند کرتی جارہی ہے کیا اللہ تعالیٰ کی یہ واضح فعلی شہادت مخالفین کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی نہیں تا انکی زبانیں بھی حق کا اقرار کریں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار
کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

فصل ششم

خاتم النبیین کا صحیح مفہوم اور علماء و صلحاءِ اُمّت کے بیانات

جناب مودودی صاحب "تمام علماء امت کا اجماع" کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:-

"پہلی صدی سے لیکر آج تک ہر زمانے کے اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اسی عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔" (صــ۲۳)

بلاشبہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہ بھی سب کو مسلّم ہے کہ حضور نے لانبی بعدی کا ارشاد فرمایا ہے اور اپنے متعلق آخر الانبیاء کا لفظ بھی استعمال فرمایا ہے مگر سوال تو یہ ہے کہ امّتِ محمدیہ نے خاتم النبیین اور لانبی بعدی وغیرہ کے کس معنے اور مفہوم پر اجماع کیا ہے؟ اس سوال کا جواب متعین کرنے کیلئے ہمیں بزرگانِ سلف کے اقوال پر مجموعی نظر ڈالنی چاہیئے جناب مودودی صاحب نے بیس مفسرین وغیرہم کے اقوال درج فرمائے ہیں ہم ذیل میں ان کا بھی جائزہ لیں گے۔

بیس بزرگانِ اُمّت اور علماءِ ربانی کی تشریح

لیکن اس سے پہلے ہم بیس ۲۰ دوسرے بزرگانِ امّت کے واضح اقوال پیش کرتے ہیں:-

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (وفات ۵۸ھ ہجری) نے فرمایا "قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لانبی بعدہ" (تفسیر الدر المنثور للسیوطی جلد ۵ صــ۲۰۴ و تکملہ مجمع البحار صــ۸۵)

اے لوگو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء ضرور کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہ آئے گا۔"

(۲) حضرت امام ملا علی القاری (وفات ۱۰۱۴ھ ہجری) اہلسنّت کے زبردست عالم تحریر فرماتے ہیں:-

"قولہ تعالیٰ خاتم النبیین اذ المعنی انہ لا یأتی بعدہ نبی ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ۔

کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔" (موضوعاتِ کبیر صــ۶۹)

(۳) حضرت امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ (وفات ۹۸۶ھ ہجری) لکھتے ہیں :-

" ھذا ایضا لاینافی حدیث لانبی بعدی لانّہ اراد لانبی ینسخ شرعہ ۔

کہ حضرت عائشہؓ کے قول سے حدیث لا نبی بعدی کی مخالفت نہیں ہوتی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کردے۔" (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

(۴) رئیس الصوفیہ حضرت محی الدین ابن العربی (وفات ۶۳۸ ہجری) تحریر فرماتے ہیں :-

(الف) " ان النبوۃ التی انقطعت بوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّما ھی نبوۃ التشریع لامقامھا فلا شرع یکون ناسخاً لشرعہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا یزید فی شرعہ حکماً اخر وھذا معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لانبی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی۔"

ترجمہ :- وہ نبوت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ختم ہوئی ہے وہ صرف تشریعی نبوت ہے مقام نبوت نہیں۔ پس اب ایسی شریعت نہیں آسکتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے یا آپ کی شریعت میں کوئی حکم زائد کرے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے میرے بعد نہ رسول ہے اور نہ نبی یعنی کوئی ایسا نبی نہیں ہوگا جو ایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے خلاف ہو بلکہ جب کبھی نبی آئے گا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔"

(ب) حضرت ابن عربی موصوف اپنی دوسری کتاب میں تحریر فرماتے ہیں :-

" اما نبوۃ التشریع والرسالۃ فمنقطعۃ وفی محمّد صلی اللہ علیہ وسلم قد انقطعت فلا نبی بعدہ مشرعاً .... الاان اللہ لطف بعبادہ فابقی لھم النبوۃ العامۃ لاتشریع فیھا۔"

(فصوص الحکم ص۱۴۰-۱۴۱)

ترجمہ :- کہ تشریعی نبوت اور رسالت بند ہو چکی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر اس کا انقطاع ہوگیا ہے لہذا آپ کے بعد صاحب شریعت نبی کوئی نہ ہوگا .... ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی فرماکر ان کے لئے نبوّتِ عامہ کو جس میں کوئی شریعت نہیں ہوتی جاری رکھا ہے۔"

(۵) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (وفات ۱۱۷۶ ہجری) تحریر فرماتے ہیں :-

ختم بہ النبیون ای لایوجد من
یأمرہ اللّٰہ سبحانہ بالتشریع
علی الناس۔

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے شریعت دیکر مامور فرمائے یعنی شریعت جدیدہ لانے والا کوئی نبی نہ ہوگا۔" (تفہیمات الٰہیہ جلد ۲ صفحہ ۷۲ مطبوعہ برقی پریس بجنور)

(۶) حضرت السید عبد الکریم جیلانیؒ (ولادت ۷۶۷ ہجری) نے تحریر فرمایا ہے :-

" فانقطع حکم نبوۃ التشریع
بعدہ وکان محمد صلی اللہ علیہ
وسلم خاتم النبیین لانہ جاء
بالکمال ولم یجئ احد بذلک

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریعی کا انقطاع ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قرار پاگئے کیونکہ آپ ایسی کامل شریعت لے آئے جو اور کوئی نبی نہ لایا۔"

(الانسان الکامل جلد ۱ صفحہ ۹۸ مطبوعہ مصر)

(۷) حضرت امام عبد الوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ (وفات ۹۷۶ ہجری) نے تحریر فرمایا ہے :-

" اِعْلَمْ ان مطلق النبوۃ لم ترتفع
وانما ارتفع نبوۃ التشریع

کہ یاد رکھو کہ مطلق نبوت بند نہیں ہوئی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۵)

(۸) حضرت امام فخر الدین رازیؒ (وفات ۶۰۶ ہجری) تحریر فرماتے ہیں :-

" فاعطاھم العقل والبحث فی
ادراکھم نور البصیرۃ وجوھر
الھدایۃ فحند ھٰذہ الدرجۃ
فازوا بالخلع الاربع ـ الوجود،
والحیاۃ، والقدرۃ، والعقل۔
فالعقل خاتم الکل والخاتم یجب
ان یکون افضل الاتری ان
رسولنا صلی اللّٰہ علیہ وسلم لما
کان خاتم النبیین کان افضل
الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام
والانسان لما کان خاتم المخلوقات
الجسمانیۃ کان افضلھا فکذلک
العقل لما کان خاتم الخلع الفائضۃ
من حضرۃ ذی الجلال کان افضل
الخلع واکملھا۔"

(تفسیر کبیر امام رازیؒ جلد ۶ صفحہ ۳۱)

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عقل عطا فرمائی اور ان کی روحوں میں نور بصیرت اور جوہر ہدایت پیدا فرمایا۔ اس موقع پر انہیں چار خلعتیں

نصیب ہوئیں (۱) وجود (۲) زندگی (۳) قدرت (۴) عقل - اور عقل ان تمام خلعتوں کی خاتم ہے اور خاتم کے لئے واجب ہے کہ وہ افضل ہو۔ دیکھو جس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے سب نبیوں سے افضل قرار پائے اور انسان جسمانی مخلوقات کا خاتم قرار پانے کے باعث سب سے افضل ٹھہرا۔ اسی طرح عقل جب ان خلعتوں کی خاتم ہے تو ضرور ہے کہ وہ ان سب سے افضل و اکمل ہو۔"

(۹) علامہ ابن خلدون (وفات ۸۰۸ھ ہجری) تحریر فرماتے ہیں :-

"ویمثلون الولایۃ فی تفاوت مراتبھا بالنبوۃ و یجعلون صاحب الکمال فیھا خاتم الاولیاء ای حائزاً للمرتبۃ التی ھی خاتمۃ الولایۃ کما کان خاتم الانبیاء حائزاً للمرتبۃ التی ھی خاتمۃ للنبوۃ۔" (مقدمہ تاریخ ابن خلدون ص۲۷۱ و ص۲۷۲ مطبوعہ مصر)

ترجمہ :- ولایت کو اپنے تفاوتِ مراتب میں نبوت کا مثیل قرار دیتے ہیں اور اس میں کامل ولی کو خاتم الاولیاء ٹھہراتے ہیں یعنی اس مرتبہ کا پانے والا جو ولایت کا خاتمہ ہے جس طرح سے حضرت خاتم الانبیاء اس مرتبہ کمال کے پانے والے

(۱۰) حضرت شیخ فریدالدین عطار (وفات سنہ ۶۲۷ ہجری ۱۲۳۰ عیسوی) تحریر فرماتے ہیں :-

"مجذوب کے لئے چند درجے ہیں - بعض کو ان سے ایک تہائی دیتے ہیں اور بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے زیادہ۔ جبکہ اس درجہ کو پہنچتا ہے تو وہ مجذوب نبوت کے حصے کے سبب سے تمام مجذوبوں سے بڑھ جاتا ہے اور خاتم الاولیاء ہوتا ہے اور سردار تمام ولیوں کا - جیسا کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیاء تھے۔" (تذکرۃ الاولیاء ص۵۲۳ مطبوعہ کانپور)

(۱۱) حضرت خواجہ میر دردؔ صاحب دہلوی (وفات ۱۷۸۵ عیسوی مطابق صفر ۱۱۹۹ ہجری) فرماتے ہیں :-

"طریقہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ سب طریقوں پر ترجیح رکھتا ہے اور خاتم الطرق ہے جس طور سے کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم جمیع نبوت و رسالت کی ہے۔ فالحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین - اس طریقہ سے اگلے طریقے اس کی مبادی تھے اور اس کے مابعد جو طریقے قیامت تک پیدا ہوں گے اس طریقہ کی شاخیں اور شعبہ ہوں گے۔ لہ

الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ولہ الحکم
والیہ ترجعون۔ اور یہ طریقہ محمدیہ
خالصہ ازل سے لیکر ابد تک سب نسبتوں
پر حاوی ہے۔" (کتاب میخانۂ درد صفحہ ۱۲۸)

(۱۲) حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی
علیہ الرحمۃ (وفات ۱۰۳۴ھ ہجری) فرماتے ہیں:۔
"پس حصول کمالات نبوت مر تابعان
را بطریق وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل
علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والرسل الصلوات
والتحیات منافی خاتمیت او نیست۔ فلا
تکن من الممترین۔ (مکتوب نمبر ۳۰۱
صفحہ ۴۳۲ جلد اوّل مکتوبات امام ربانیؒ)
ترجمہ:۔ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین آنحضرتؐ
کو بطور وراثت کمالات نبوت کا حاصل
ہونا آپؐ کے خاتم الرسل ہونے کے منافی
نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے اس میں
شک مت کرو۔"

(۱۳) حضرت مرزا مظہر جان جاناں علیہ الرحمۃ (وفات
محرم ۱۱۹۵ھ ہجری، جنوری ۱۷۸۱ء عیسوی)
نے فرمایا ہے:۔
"ہیچ کمال غیر از نبوت بالاصالۃ ختم
نگردیدہ و درمبدأ فیاض بخل و
دریغ ممکن نیست۔"
کہ سوائے مستقل نبوت تشریعیہ کے
کوئی کمال ختم نہیں ہوا۔ باقی فیوض
میں اللہ تعالیٰ کے لئے کسی قسم کا بخل
اور تردد ممکن نہیں۔" (مقامات مظہری صفحہ ۸۵)

(۱۴) حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ (وفات ۶۷۲ھ ہجری)
تحریر فرماتے ہیں:۔
فکر کن در راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے
کہ نیکی کی راہ میں خدمت کی ایسی تدبیر
کر کہ تجھے امت کے اندر نبوت مل جائے۔"
(مثنوی مولانا روم دفتر اوّل صفحہ ۵۳)
نیز آپ نے خاتمیت نبوی کی تشریح کرتے ہوئے
لطیف رنگ میں فرمایا:۔
بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود نے خواہند بود
آپؐ خاتم اسلئے ہوئے کہ آپ بے مثل ہیں۔
فیض روحانی کی بخشش میں آپؐ جیسا نہ کوئی پہلے
(نبی) ہوا ہے اور نہ آئندہ آپؐ جیسے ہونگے۔
چونکہ در صنعت برد استاد دست
تو نہ گوئی ختم صنعت بر تو است
جب کوئی استاد صنعت اور دستکاری میں
کمال پیدا کرتا اور سبقت لیجاتا ہے تو کیا تو یہ
نہیں کہتا کہ استاد! تجھ پر صنعت اور دستکاری
ختم ہے۔ تجھ جیسا کوئی صنعت گر اور دستکار
نہیں ہے۔ . . . .
. . . .

در کشادِ ختم ہا تو خاتمی
در جہانِ روح بخشاں حاتمی

اے مخاطبِ مثنوی جس طرح اعلیٰ درجہ کے کاریگر کو تُو کہتا ہے کہ تجھ پر کاریگری اور دستکاری کا فن ختم ہے اسی طرح تُو آنحضرتؐ کو مخاطب ہو کر کہہ سکتا ہے کہ بندشوں اور رکاوٹوں کے ہٹانے اور عقدہ ہائے لاینحل کے حل کرنے میں تو خاتم یعنی بے مثل اور یگانۂ روزگار ہے اور روحانیت عطا کرنے والوں کی دُنیا میں تُو حاتم کی طرح لاثانی ہے۔"

(۱۵) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب بھوپالوی (وفات ۱۳۰۷ ہجری ۱۸۸۹ء عیسوی) لکھتے ہیں:-

"لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہلِ علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔"

(اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

(۱۶) جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی (وفات ۱۳۰۴ ہجری ۱۸۸۶ء عیسوی) لکھتے ہیں:-

"بعد آنحضرت صلعم کے یا زمانے میں آنحضرت صلعم کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں بلکہ صاحب شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔"

(رسالہ دافع الوسواس صفحہ ۱۲)

(۱۷) جناب الشیخ عبدالقادر الکردستانی تحریر فرماتے ہیں:-

"ان معنی کونہ خاتم النبیین هو انه لا یبعث بعده نبی اٰخر بشریعۃ اخری"

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لیکر مبعوث نہ ہوگا۔"

(تقریب المرام جلد ۲ صفحہ ۲۳۳)

(۱۸) جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی دیوبندی جنہیں پاکستان میں "شیخ الاسلام" بھی کہا جاتا ہے (متوفی ۱۹۴۹ عیسوی) لکھتے ہیں:-

"اب میں اس کے سوا کیا کہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ اپنی عادات واخلاق میں تمام انبیاء علیہم السلام سے فائق تھے ایسا ہی علوم کے بھی سارے مراتب آپ پر تمام کر دئے گئے تھے کیونکہ انبیاء سابقین میں نہ ایسا اعجاز علمی کسی کو دیا گیا نہ اس کے اتباع میں کسی نے ان علوم کے دریا بہائے ہیں جو اہلِ اسلام نے بہائے ہیں اور جبکہ صفت علم تمام ان صفات کی خاتم ہے جو مربی عالم میں ہیں تو جس کا اعجاز علمی ہوگا گویا اس پر تمام کمالات علمی کا خاتمہ کر دیا جائے گا اور اسی کو ہمارے نزدیک خاتم الانبیاء کہنا مناسب ہوگا۔"

(رسالہ اعجاز القرآن صفحہ ۶۱)

(۱۹) علمائے لکھنؤ نے استفسار کے جواب میں لکھا ہے :-

"علماء اہلِ سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت کے عصر میں کوئی نبی صاحب شرع جدید نہیں ہو سکتا اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہم عصر ہو گا وہ متبع شریعت محمدیہ کا ہو گا"

اسی جگہ امام تقی الدین السبکی (وفات ۷۵۰ ہجری) کا قول بحوالہ رسالۃ الاعلام بایں الفاظ درج ہے:-

"یکون نبوتہ و رسالتہ عامۃ لجمیع الخلق من زمن آدم الی یوم القیامۃ ویکون الانبیاء و اممھم من امتہ فالنبی صلعم نبی الانبیاء"

ترجمہ:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت ساری مخلوقات کے لئے ہے اور آدم کے زمانہ سے لیکر قیامت تک ہے اور سب نبی اور ان کی امتیں آنحضرت کی امت میں داخل ہیں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے نبی ہیں"

(رسالہ جواب دیگر از علمائے لکھنؤ ملحقہ تحذیر الناس صفحہ ۴۳)

(۲۰) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند (وفات ۱۸۷۹ عیسوی) تحریر فرماتے ہیں :-

"اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجیئے جیسا کہ اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوا رسول اللہ صلعم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افراد خارجی ہی پر آپ کی فضیلت ثابت نہ ہو گی افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"

(رسالہ تحذیر الناس صفحہ ۲۸)

واضح نتائج

ناظرین کرام! یہ جملہ واضح عبارتیں دنیائے اسلام کے ان درخشندہ بیس۲۰ بزرگوں، اماموں، مفسروں، محققوں اور علماء کے قلم سے درج ہیں۔ جن کا زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے لیکر ہمارے زمانہ تک ممتد ہے اور جن کی ملکی وسعت ہندوستان، پاکستان، ایران، عرب، شام، ترکی، یمن، مصر اور اندلس وغیرہ تمام ممالک تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان عبارتوں سے عیاں ہے کہ امتِ مسلمہ خاتم النبیین کا مفہوم یہی سمجھتی رہی ہے کہ :-

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا اور ناسخ شریعت محمدیہ نبی

نہیں آسکتا۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت کا خاتمہ ہوگیا ہے اور آپ سب سے افضل نبی ہیں۔ نبی الانبیاء یعنی نبیوں کے شہنشاہ ہیں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کے آنے میں روک نہیں۔ امتی نبی کے پیدا ہونے سے خاتمیت محمدیہ میں کوئی فرق نہیں آسکتا کیونکہ ایسا نبی تابع شریعت محمدیہ ہوگا۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال کے اصولی جواب

پہلا اصولی جواب مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال کا یہ ہے کہ ان اقوال کے قائلین میں کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتی نبی کا آنا بند ہے۔ اگر ایسا ایک قول بھی مودودی صاحب پیش کر سکتے ہوں تو ہماری طرف سے انہیں چیلنج ہے مگر وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتے۔

دوسرا اصولی جواب یہ ہے کہ آپ کے پیش کردہ اقوال میں خاتم النبیین یا حدیث لانبی بعدی کو پیش کر کے کہا گیا ہے کہ آئندہ نبوت بند ہے اور ہم بتفصیل[20] واضح حوالہ جات سے دکھا چکے ہیں کہ امت کے اس اجماع سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت کے بعد شریعت والے اور مستقل نبی کا آنا بند ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ مودودی صاحب والے اقوال میں بھی جہاں جہاں نبوت کے بند ہونے کا ذکر ہے وہاں پر سب جگہ شریعت والی یا مستقل نبوت کا بند ہونا مراد ہے۔ اس قسم نبوت کو جماعت احمدیہ بھی بند مانتی ہے۔ لہٰذا یہ چیز متنازع فیہ نہیں۔

تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ مودودی صاحب نے قاضی عیاض ؒ کی عبارت کا یوں ترجمہ کیا ہے:-

(الف) "آپ خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں"

(ب) "تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے اس کے معنے و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں" (ختم نبوت صفحہ ۲۶)

لیکن اس کے باوجود مودودی صاحب نے جو باقی انیس[19] اقوال پیش کئے ہیں ان میں سے پانچ قول مودودی صاحب کے الفاظ میں یوں ہیں:-

(۱) علامہ زمخشری (سنہ ۶۔) تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں:-

"اگر تم کہو گے کہ آپ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسیٰ علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں جو آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ کے پیرو اور آپ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے ہوں گے گویا کہ وہ آپ ہی کی امت کے ایک فرد ہوں گے"

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۳۵)

(۲) علامہ النسفی (سنہ ۱۱) لکھتے ہیں:-

"پہلے عیسٰیؑ تو وہ ان انبیاء میں سے ہیں جو آپؐ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے گویا کہ وہ آپ کی امت کے افراد میں سے ہیں۔"

(رسالہ ختم نبوت ص۲۷)

(۳) علامہ بیضاوی (م ۱۰) لکھتے ہیں:-

"عیسٰی علیہ السلام کا آپؐ کے بعد نازل ہونا اس ختم نبوت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہونگے تو آپ ہی کے دین پر ہونگے۔"

(رسالہ ختم نبوت ص۲۷)

(۴) علامہ سیوطی (م ۱۴۲) لکھتے ہیں:-

"عیسٰی جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے۔" (رسالہ ختم نبوت ص۲۸)

(۵) اسمٰعیل حقی (م ۱۷) لکھتے ہیں:-

"عیسٰیؑ آپ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے اور جب وہ نازل ہونگے تو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے پَیرو کی حیثیت سے نازل ہونگے آپ ہی کے قبلے کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھیں گے۔ آپ کی اُمت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ ان کی طرف وحی (یعنی تشریعی وحی۔ ناقل) آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔"

(رسالہ ختم نبوت ص۲۹)

قارئین کرام! ہم نے یہ پانچوں حوالے جناب مودودی صاحب کے الفاظ میں اور انہیں کے کئے ہوئے ترجمے میں نقل کر دیئے ہیں۔ ان کا مشترک مفاد یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نبی اللہ کی آمد خاتمیت محمدیہ کے منافی نہیں کیونکہ وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔ نئے احکام نہ دیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔ ان بزرگوں نے حضرت عیسٰیؑ کے نبوت سے معزول ہو جانے کو تسلیم نہیں کیا بلکہ بدستور نبی قرار دیا ہے۔ مگر یہ کہہ دیا ہے کہ وہ پہلے سے نبی ہیں نیز وہ شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے گویا انہوں نے خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کی ہے اور قاضی عیاض کے بیان کردہ معنوں "آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں" کو جنہیں مودودی صاحب نے قطع و برید کے ساتھ پیش کیا ہے ظاہر پر محمول نہیں کیا۔ مودودی صاحب کا ان اپنے پیش کردہ بزرگوں پر خاتم النبیین کی تاویل کرنے اور اسے ظاہر پر محمول نہ کرنے کے باعث کیا فتویٰ ہے؟

پس ہمارا تیسرا اصولی جواب یہ ہے کہ جب مودودی صاحب کے پیش کردہ علماء امت اور مفسرین

بھی آنے والے مسیح کو تابع شریعتِ محمدیہ نبی مانتے ہیں۔ اور جماعتِ احمدیہ بھی مسیح موعودؑ کو تابعِ شریعتِ محمدیہ اُمّتی نبی مانتی ہے تو پھر جماعتِ احمدیہ پر سوائے اس کے کیا الزام عائد کیا جاسکتا ہے کہ جماعت احمدیہ اُمتِ محمدیہ میں سے آنے والے مسیح موعود کو مانتی ہے اور مودودی صاحب اور ان کے ساتھی اسرائیلی مسیح کی آمد کے منتظر ہیں مگر جہاں تک ختم نبوّت کے باوجود مسیح موعود کی نبوّت کا سوال ہے دونوں کے نظریہ میں اصولی اختلاف کوئی نہیں۔

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال پر تفصیلی نظر

(۱) "امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے زمانے کے مدعیٔ نبوّت سے علامت طلب کرنے کو بھی کفر قرار دیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نبیّ بعدی فرمایا ہے۔" (ختم نبوت ص۲۴)

الجواب۔ وہ مدعیٔ نبوت شریعتِ محمدیہ کو منسوخ کرنے کا مدعی تھا۔ چونکہ ایسا دعویٰ امّت کے نزدیک لا نبیّ بعدی کے صریح خلاف ہے اسلئے علامت طلب کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا اور ظاہر ہے کہ جو شخص نسخِ قرآن کا واقعی امکان مانتا ہے وہ کافر ہے اسلئے امام اعظم کا موقف ہمارے نزدیک درست ہے البتہ متاخرین نے کہا ہے کہ مدعیٔ نبوّت کو عاجز اور کاذب ثابت کرنے کے لئے اس سے طلب معجزہ باعثِ تکفیر نہیں ہوتا۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ ص۲۸۲)

(۲) علامہ ابن جریر الطبری نے لکھا ہے "جس نے نبوّت کو ختم کر دیا اور اس پر مُہر لگا دی اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لئے نہیں کھلے گا۔" (ختم نبوت ص۲۴)

الجواب۔ اس جگہ نبوّت سے مراد تشریعی نبوت ہے۔ کیونکہ ابن جریر خود مسیح نبی اللہ کے آنے کے قائل تھے۔

(۳) "امام ابن حزم وحی کو منقطع مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وحی نہیں ہوتی مگر نبی پر۔" (ختم نبوت ص۲۴)

الجواب۔ امام صاحب نے المحلّی میں آیت خاتم النبیّین کو دلیل کے طور پر ذکر کیا ہے۔ اور اس آیت میں اجماعِ امّت کے مطابق تشریعی نبیوں کی آمد کا انقطاع مذکور ہے۔ پس جو وحی بند ہوئی ہے وہ بھی تشریعی وحی ہے۔ ورنہ یہ تو اصح مسلّمات میں سے ہے کہ مسیح موعود پر اللہ تعالیٰ وحی کرے گا۔ (صحیح مسلم)

(۴) امام غزالی علیہ الرحمۃ۔ مودودی صاحب نے ان کے نام پر ان کی کتاب "الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۱۲" کے حوالہ سے بطور ترجمہ عبارت ذیل درج کی ہے:۔

"امّت نے بالاتفاق اس لفظ (لا نبیّ بعدی) سے یہ سمجھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد کسی نبی اور کسی رسول کے کبھی نہ آنے کی تصریح فرما چکے ہیں اور یہ کہ اس میں کسی تاویل و تخصیص کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب جو شخص اس کی تاویل کر کے اسے کسی خاص معنی کے ساتھ مخصوص کرے اس کا کلام محض بکواس ہے جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امّت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جا سکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے۔" (رسالہ ختم نبوّت صفحہ ۲۴-۲۵)

ایک سوال

اس عبارت کو امام غزالی کی طرف منسوب کرتے ہوئے اس میں مودودی صاحب نے جس **خطرناک علمی خیانت** سے کام لیا ہے۔ اس کا ذکر کرنے سے پہلے ہم ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ اگر خاتم النبیّین اور لا نبیّ بعدی کی تاویل و تخصیص کرنا نص کی تکذیب ہے جس سے انسان فوراً کافر ہو جاتا ہے تو مودودی صاحب اس فصل کے شروع میں بیان کردہ عبارتوں کے بزرگ قائلین کے متعلق کیا فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم ذرا کھول کر پوچھتے ہیں کہ :-

(۱) امام علی القاری نے لکھا ہے کہ خاتم النبیّین سے مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آنحضرت کے دین کو منسوخ کرے اور آپ کی اُمّت سے نہ ہو۔ کیا مودودی صاحب کے نزدیک (معاذ اللہ) امام علی القاری کافر ہیں ؟

(۲) حضرت امام محمد طاہر نے فرمایا ہے کہ لا نبیّ بعدی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ مودودی صاحب بتلائیں کہ وہ امام محمد طاہر علیہ الرحمۃ کو مسلمان سمجھتے ہیں یا کافر؟

(۳) حضرت ابن العربی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ لا نبیّ بعدی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف یہ ہے کہ کوئی نبی میری شریعت کے خلاف نہیں ہو سکتا بلکہ جب بھی آئے گا تو میری شریعت کے تابع ہوگا۔ مودودی صاحب بتائیں کہ کیا وہ حضرت رئیس الصوفیاء کو بھی کافر قرار دیتے ہیں ؟

(۴) جناب نواب صدیق حسن خان صاحب نے صاف لکھا ہے کہ :-

"لا نبیّ بعدی آیا ہے جس کے معنے نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ لے کر نہیں آئے گا۔" (اقتراب الساعۃ صفحہ ۱۶۲)

کیا مودودی صاحب نواب صاحب موصوف بلکہ تمام اہل علم کو کافر قرار دیں گے؟ امید ہے کہ اس سوال پر غور کرنے سے جس کا دائرہ

بہت دُور تک جاتا ہے جناب مودودی صاحب کا جوشِ تکفیر رُک جائے گا۔

مودودی صاحب کے نام چیلنج

حضرت امام غزالیؒ کی کتاب الاقتصاد فی الاعتقاد کا صفحہ ۱۱۳ ہمارے سامنے ہے ہم نے اسے بار بار پڑھا ہے۔ ہمیں رہ رہ کر تعجب آ رہا ہے کہ مودودی صاحب نے اس کے متعلق کس قدر دیدہ دلیری سے کام لیا ہے۔ مودودی صاحب حضرت امام غزالی کی طرف یہ منسوب کر رہے ہیں کہ انہوں نے مذکورہ بالا حوالہ میں لا نبی بعدی کی تاویل کرنے والوں کے متعلق لکھا ہے:۔

"جس پر تکفیر کا حکم لگانے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے جس کے متعلق تمام امت کا اجماع ہے کہ اس کی نہ تاویل کی جا سکتی ہے اور نہ وہ مخصوص ہے۔"

اس عبارت کی جان یہ فقرہ ہے کہ "کیونکہ وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے۔" مگر یہ فقرہ حضرت امام غزالی کی اصل عبارت میں سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ صریح الفاظ اس کے برخلاف موجود ہیں۔ حضرت امام غزالی تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی لا نبی بعدی یا خاتم النبیین کی یہ تاویل کرے کہ اولوالعزم پیغمبروں کی اس میں نفی ہے تو اگرچہ ہم اس تاویل کو درست نہ مانیں مگر ظواہر التشبیہہ یعنی آیات متشابہات کی ہم اس تاویل سے بھی بعید تر تاویلات کر چکے ہیں اور تاویل کا یہ طریق ایسا ہے:۔

ولم یکن ذالک مبطلاً للنصوص۔

کہ اس سے کسی نص کا باطل ہونا لازم نہیں آتا۔" (الاقتصاد صفحہ ۱۱۳)

اسی صفحہ پر آگے فرماتے ہیں کہ:۔

ولکن الرد علیٰ ھذا القائل ان الامۃ فھمت بالاجماع من ھذا اللفظ ومن قرائن احوالہ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابداً وعدم رسول اللہ ابداً وانہ لیس فیہ تاویل ولا تخصیص فمنکر ھذا لا یکون الا منکر الاجماع۔

ترجمہ:۔ لیکن اس قائل کی تاویل کی تردید میں کسی کا یہ کہنا کہ امت نے اس لفظ اور اس کے قرائن حالات سے بالاجماع یہی سمجھا ہے کہ حضورؐ نے سمجھا دیا تھا کہ آپ کے بعد کبھی بھی رسول اور نبی نہ ہوگا اور اس میں کوئی بھی تاویل و تخصیص روا نہیں تو اس بات کا منکر زیادہ سے زیادہ اجماع کا ہی منکر ٹھہرایا جائے گا۔" (صفحہ ۱۱۳)

ان دونوں عبارتوں کو پڑھنے کے بعد کوئی اہل علم

اس بارے میں اختلاف نہیں کرسکتا کہ خواہ لا نبی بعدی کی تاویل امام غزالی کے خیال کے مطابق کتنی بودی اور بے دلیل کیوں نہ ہو مگر امام صاحب کے نزدیک اس تاویل کا قائل نص کا منکر ہرگز قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ اسے زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

ہم مودودی صاحب کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ حضرت امام غزالیؒ کی کتاب "الاقتصاد" کے حوالہ میں سے وہ الفاظ پیش کریں جن کا ترجمہ انہوں نے "**وہ اس نص کو جھٹلا رہا ہے**"۔ کیا ہے؟ ہم پوری تحدی سے کہتے ہیں کہ مودودی صاحب ایسا فقرہ حضرت امام غزالی کی عبارت سے پیش نہیں کرسکتے؛ باقی رہا اجماع کے منکر پر فتویٰ کا سوال۔ تو اسی جگہ مذکورہ عبارت سے پیشتر حضرت امام غزالی لکھ چکے ہیں:۔

من انكر وجود ابى بكر و خلافته لم يلزم تكفيره لانه ليس تكذيباً فى اصل من اصول الدين مما يجب التصديق به بخلاف الحج والصلاة واركان الاسلام ولسنا نكفره لمخالفة الاجماع فان لنا نظراً فى تكفير النظام المنكر لاصل الاجماع لان الشبهة كثيرة فى كون الاجماع حجة قاطعة ۔

ترجمہ:۔ جو شخص حضرت ابوبکرؓ اور ان کی خلافت کا منکر ہو اس کو کافر ٹھہرانا لازم نہیں کیونکہ وہ اصولِ دین میں سے کسی ایسے اصل کو نہیں جھٹلا رہا جس کی تصدیق واجب تھی۔ برخلاف حج، نماز اور دیگر ارکان اسلام کے ہم کسی کو اجماع کی مخالفت کی وجہ سے کافر نہیں گردان سکتے ہمیں تو نظام کو بھی کافر قرار دینے میں تردد ہے جو سرے سے اجماع کا ہی منکر ہے۔ . . . . کیونکہ ہمارے نزدیک اجماع کو حجتِ قطعی قرار دینے میں بہت سے شبہات ہیں"۔

(الاقتصاد صفحہ ۱۱۲-۱۱۳)

حضرت امام غزالی کا یہ نظریہ مودودی صاحب کے خیال اور طریق عمل کے صریح منافی ہے۔ مودودی صاحب لانبی بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے والے سلف صالحین کو بھی نص کا منکر قرار دیکر بیباکی سے گردن زدنی ٹھہرانے میں بھی تامل نہ کریں گے حالانکہ امام غزالی کے نزدیک ایسے مؤولین نص کے ہرگز منکر قرار نہیں پاتے انہیں زیادہ سے زیادہ اجماع کا منکر ٹھہرایا جاسکتا ہے مگر اجماع کا منکر ہرگز کافر نہیں ہوتا۔ پس مودودی صاحب اور امام غزالی کے نظریہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ہماری وضاحت | ہمارے نزدیک امام غزالی کے

"یجوز ان یبعث رسول بعد نبینا" کہنے والوں کا مقصد یہ تھا کہ مستقل رسول آسکتا ہے اور ایسا خیال یقیناً غلط اور صریح آیات کے خلاف ہونے کے باعث موجب کفر ہے اس خیال کے لوگوں کی تاویل بجز ہذیان کچھ نہیں مگر امتی نبی کا نظریہ نہ اس وقت واضح طور پر موجود تھا اور نہ ہی امام غزالیؒ نے اس کے متعلق اس جگہ کچھ تحریر فرمایا ہے اس لئے امام غزالی کے قول کو جماعتِ احمدیہ کے خلاف پیش کرنا خود امام صاحب موصوف سے بھی بے انصافی ہے اور جماعتِ احمدیہ سے بھی۔ بایں ہمہ یاد رہے کہ سچے مسلمان کے لئے اصل سند خدا اور اس کے رسول کا ارشاد ہے دوسرے صلحاء کا قول اسی صورت میں حجت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کے مطابق ہو۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منشاء کے موافق ہو۔ صالحینِ امت کا اسی مسلک پر اجماع ہے۔

(۵) امام بغوی صاحب معالم التنزیل کی عبارت میں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" (رسالہ ختمِ نبوت ص۲۵) سے مراد یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد شریعت لانے والا اور مستقل نبی نہ آئے گا۔

(۶) علامہ زمخشری کے پیش کردہ قول پر سطور بالا میں جواب درج ہو چکا ہے۔

(۷) قاضی عیاض کی عبارت میں نبوت سے مراد مستقل اور براہِ راست نبوت ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کا دخل نہ ہو یہی فلاسفہ اور غلاۃ کا نظریہ ہے۔ وحی سے مراد بھی اس عبارت میں مستقل اور تشریعی وحی ہے ایسے سب لوگ بلاشبہ بقول "قاضی عیاض" کافر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے والے ہیں"۔

ہماری پیش کردہ تشریح کی تائید خود قاضی عیاض کی اس عبارت سے ہوتی ہے جو مودودی صاحب کے پیش کردہ اقتباس سے ذرا پہلے یوں درج ہے:-

"فکذلک من ادعی بنبوۃ
احد مع نبینا صلی اللہ
علیہ وسلم او بعدہ کالعیسویۃ
من الیہود والقائلین بتخصص
رسالتہ الی العرب"

کہ اسی طرح وہ لوگ ہیں جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یا آپ کے بعد کسی کی نبوت کے قائل ہیں جیسا کہ یہود میں عیسویہ فرقہ اور وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو صرف عرب کے لئے مخصوص قرار دیتے ہیں۔ پس قاضی عیاض کے نزدیک براہِ راست نبی کا امکان ماننا کسی تاویل کے ذریعہ یا آنحضرت کی نبوت کو عرب کے لئے مخصوص قرار دینا کفر ہے اور اس سے ہمیں بھی اختلاف نہیں۔

(۸) مودودی صاحب نے علامہ شہرستانی کا قول نقل کیا ہے کہ جو کہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے بجز عیسیٰ علیہ السلام کے۔ تو اسکے

کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے۔" (ختم نبوت ص۲۶)

جواباً گزارش ہے کہ اوّل تو اس میں آنیوالے مسیح کو بہرحال نبی تسلیم کیا گیا ہے دوسرے اس جگہ نبی سے مستقل نبی مراد ہے امتی نبی کی نفی ہرگز مراد نہیں۔ علامہ شہرستانی نے اس کی وجہ یہ قرار دی ہے۔ لصحۃ قیام الحجۃ بکل ھذا علیٰ کلّ احد۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس جگہ تشریعی نبوت کی نفی ہی مراد ہے۔

(۹) امام رازی کی نقل کردہ عبارت میں "توضیح احکام میں کوئی کسر" (رسالہ ختم نبوت ص۲۶) کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی مراد شارع نبی سے ہے تفسیر کبیر میں تکمیلاً للشرع کا لفظ ہے۔ اور نبوتِ تشریعی کے انقطاع میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ہم نے حضرت امام رازی کی ختمِ نبوت کے متعلق مفصل تشریح اپنے حوالجات میں اوپر درج کر دی ہے۔

(۱۰) امام بیضاوی کے قول پر شروع میں بحث ہو چکی ہے اس میں بھی صاف طور پر تشریعی نبوت کی نفی مراد ہے۔

(۱۱) امام نسفی کے قول پر بھی مفصل بحث فصل کے شروع میں ہو چکی ہے وہ امتی نبی کے آنے کو ناممکن نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ واضح طور پر حضرت مسیح کی آمد ثانی کو ایک تابع نبی کی آمد مانتے تھے۔

(۱۲) علامہ علاء الدین بغدادی صاحب تفسیر خازن نے بھی "ختم اللّٰہ بہ النبوۃ فلا نبوۃ بعدہ ای ولا معہ" میں اسی نبوت کی نفی فرمائی ہے جس کا حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ پر اور آپ سے علیحدہ ہو کر دعویٰ کیا جائے جیسا کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ کی نبوت تھی اور یہ امر ہمارے نزدیک متنازع فیہ نہیں ہے۔

(۱۳) علامہ ابن کثیر کے قول کے ترجمہ میں کچھ نقطے دیکر مودودی صاحب نے یوں درج کیا ہے:-

"حضورؐ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنیوالا ہے۔"

لفظ "اس مقام" کا مشارٌ الیہ نقطوں والے فقرات میں ہے جہاں علامہ موصوف نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کا ذکر بطور مثال کیا ہے گویا علامہ موصوف بھی تشریعی نبوت کے مدعی کا ذکر فرما رہے ہیں اور اس نبوت تشریعی کی آئندہ کے لئے نفی فرما رہے ہیں۔

(۱۴) علامہ سیوطی کا قول کہ "آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسٰے جب نازل ہوں گے تو آپ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے" بتا رہا ہے کہ وہ آنے والے مسیح موعود کو نبی مانتے ہیں اور چونکہ وہ شریعتِ محمدیہ کے مطابق عمل کرنے والا ہے اسلئے اس کی آمد کو خاتمیتِ محمدیہ کے منافی نہیں سمجھتے۔ جہاں تک خاتم النبیین

کے معنوں کا اصولی سوال ہے علامہ سیوطی ہمارے ہم عقیدہ ہیں۔ صرف اتنا اختلاف ہے کہ وہ آنے والے موعود کو عیسےٰ بن مریم **اسرائیلی** سمجھتے ہیں اور ہم اسے **محمدی** یقین کرتے ہیں۔

(۱۵) علامہ ابن نجیم کا قول الاشباہ والنظائر میں اس طرح ہے "اذا لم یعرف ان محمداً اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم" جس سے یہی مراد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضورؐ کے ارشاد "اِنّی اٰخر الانبیاء ومسجدی اٰخر المساجد" کے مطابق آخر الانبیاء ماننا ضروری ہے ظاہر ہے کہ یہ امر جماعت احمدیہ کے نزدیک بھی قابل نزاع نہیں۔ آخر الانبیاء کے معنوں پر مفصل بحث سابقہ فصل میں گزر چکی ہے۔

(۱۶) حضرت ملّا علی قاری کا قول "دعوی النبوّۃ بعد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم کفر بالاجماع" (شرح فقہ اکبر) بھی **تشریعی نبوّت** سے مخصوص ہے۔ کیونکہ حضرت ملّا علی قاری خود تحریر فرما چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کے بعد ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو منسوخ قرار دے اور آپ کا امتی نہ ہو" (موضوعات کبیر ص۶۹)

ایک **لطیف نکتہ** یہ ہے کہ اسی شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر میں ص۱۰۱ پر ملا علی القاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی درج فرمائی ہے:-

لو کان عیسٰی حیًّا ما وسعہ اِلّا اتباعی۔

کہ اگر عیسےٰ زندہ ہوتے تو ان کے لئے میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔" جس سے یہ ثابت ہے کہ آنے والا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ہوگا۔

(۱۷) سترھویں نمبر پر مودودی صاحب نے شیخ اسمٰعیل حقی صاحب تفسیر روح البیان کا قول درج کیا ہے جس میں انہوں نے خاتم النبیین کے ایک لغوی معنے "**مہر پیغمبران**" درج کئے ہیں۔ پھر وہ حضرت مسیحؑ کی بحیثیت نبی آمدِ ثانی کے قائل بھی ہیں کیونکہ بقول ان کے وہ نئے احکام نہیں دیں گے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔ پس اس عبارت کے بعد ان کے قول میں جس نبوّت کی نفی ہے وہ صرف **تشریعی نبوّت** ہے۔ وہ خود صراحت سے لکھتے ہیں

"فلم یبق الّا النبوّۃ اللغویّۃ"

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف **لغوی نبوّت** باقی ہے۔ اس نبوّت لغوی کو صوفیاء نے نبوّۃ الولایۃ یا محض ولایت بھی لکھا ہے۔ مگر ان کے قول پر مجموعی نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت اسی نبوّت سے روشناس کرائے گئے تھے جیسے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے **امتی نبوت** یا ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی قرار دیا ہے۔

(۱۸) اٹھارھویں نمبر پر مودودی صاحب نے فتاویٰ عالمگیری کے اس فقرہ کا ترجمہ کیا ہے "سمعت بعضھم یقول اذا لم یعرف الرجل ان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم اٰخر الانبیاء علیھم وعلٰی نبیّنا السلام فلیس بمسلم کذا فی الیتیمۃ"۔

(رسالہ ختم نبوت صفحہ ۳)

ہم بار بار وضاحت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "اِنّی اٰخر الانبیاء و انّ مسجدی اٰخر المساجد" سے کیا مراد ہے۔ نیز یہ کہ اس کے مطابق ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ آپ کو آخر الانبیاء یقین کرے۔

فتاویٰ عالمگیری کے اس حوالہ کے بعد کے اُس بیان سے بھی اٰخر الانبیاء کی وضاحت ہو جاتی ہے جس میں لکھا ہے:۔

ویجب اکفار الزیدیۃ کلھم فی قولھم با نتظار نبیّ من العجم ینسخ دین نبیّنا و سیّدنا محمّد صلی اللہ علیہ وسلم۔

کہ فرقہ زیدیہ کو جو بلادِ عجم سے ایسے نبی کا منتظر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو منسوخ کر دیگا کافر قرار دینا واجب اور ضروری ہے۔" (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۸۳ مطبوعہ کانپور)

پس اٰخر الانبیاء کا مفہوم فتاویٰ عالمگیری میں آخری صاحبِ شریعت نبی لیا گیا ہے۔ وھذا مالا نزاع فیہ بتاتاً۔

(۱۹) علامہ شوکانی نے اپنی تفسیر فتح القدیر میں تحریر فرمایا ہے:۔

"انہ صار کالخاتم لھم الّذی یختمون بہ ویتزیّنون بکونہ منھم"۔

مودودی صاحب اس کا ترجمہ فرماتے ہیں:۔ "آپ ان کے لئے مُہر کی طرح ہو گئے جس کے ذریعہ ان کا سلسلہ سر بمہر ہو گیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزیّن ہوا"۔ (رسالہ ختم نبوت صفحہ ۳)

عربی دان جانتے ہیں کہ "الذی یختمون بہ" سے مراد اس جگہ یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء کے لئے مُہر قرار دیا ہے اور انہیں حضور کی مُہر کے طفیل مقام نبوت عطا ہوا۔ آپ سب میں افضل قرار پائے۔ چنانچہ مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے بھی لکھا ہے:۔

"بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ نبی

اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مُہر لگ کر ملی ہے۔"
(قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

پس خاتم النبیین کی مُہر نبیوں کو ختم کرنے یا بند کرنے کے لئے نہیں تھی بلکہ اسلئے تھی کہ اس مُہر کے لگنے سے انہیں نبوت ملے۔ بغیر خاتم النبیین کی مُہر کے اُن کی نبوت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتی تھی۔

(۲۰) اس نمبر پر علامہ آلوسی کی تفسیر روح المعانی سے خاتم النبیین کے معنے مودودی صاحب نے نقل کئے ہیں۔ مگر اسی جگہ یہ بھی درج ہے کہ آخری زمانہ میں حضرت مسیح کی آمد بحیثیت نبی ایک مسلّمہ عقیدہ ہے۔ نیز امّت محمدیہ کے افراد پر نزول ملائکہ کا بھی ذکر ہے۔ ان کے الہامات کا بھی اجمالی تذکرہ ہے۔ بالآخر علامہ آلوسی نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ بعض لوگ آنے والے مسیح پر وحی کے نزول کی نفی کرتے ہیں۔ مگر امام ابن حجر الہیثمی نے فرمایا ہے " نَعَمْ يُوحٰى اِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَحْيٌ حَقِيْقِيٌّ " (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵) کہ مسیح پر بعد نزول حقیقی وحی ہوگی۔
پھر خود علامہ آلوسی لکھتے ہیں :۔
" لَعَلَّ مَنْ نَفَى الْوَحْيَ عَنْهُ عليه السلام بَعْدَ نُزُوْلِهٖ
اَرَادَ وَحْيَ التَّشْرِيْعِ وَمَا ذُكِرَ وَحْيٌ لَا تَشْرِيْعَ فِيْهِ "
(روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۵)

کہ جنہوں نے مسیح کے نزول کے بعد ان پر وحی کے نازل ہونے کی نفی کی ہے غالباً ان کی مراد تشریعی وحی ہے اور جو وحی مسیح موعود کے لئے حدیثوں میں مذکور ہے وہ تشریعی وحی نہیں ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ اگرچہ علامہ آلوسی تیرھویں صدی کے آخری حصہ کے مفسر ہیں۔ تاہم وہ آنے والے مسیح موعود کے لئے نبوت اور وحی غیر تشریعی کے قائل تھے اور اسے خاتمیت محمدیہ کے خلاف نہیں سمجھتے تھے۔

ایک فیصلہ کن طریق

ایسے تمام مفسرین جو حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی آمد ثانی کے قائل ہیں اور انہیں تابع شریعت محمدیہ نبی مانتے ہیں ان کے اقوال حیات مسیح کی تائید میں تو پیش کئے جا سکتے ہیں مگر انہیں ختم نبوت کے معنوں کی تعیین میں پیش کرنا خود تاویل کا دروازہ کھولنا ہے۔ ایسے سب لوگ خاتم النبیین کی تاویل و تخصیص کے قائل ہیں۔ وہ مسیح موعود کو تابع شریعت محمدیہ قرار دے کر اس کے آنے کو خاتمیت محمدیہ کے خلاف نہیں سمجھتے پس ایسے تمام بزرگ خاتمیت محمدیہ کے معنوں کے سلسلہ میں اصولی طور پر ہم سے متفق ہیں۔ ان کا ہم سے صرف شخص موعود کی تعیین میں اختلاف ہے مگر اس کے

منصب اور مقام میں کوئی اختلاف نہیں۔ مودودی صاحب کا ایسے حوالہ جات کو پیش کرنا دراصل اپنے دعویٰ "لا تاویل ولا تخصیص" کی تردید کرنا ہے اندریں صورت فیصلہ کا طریق یہی ہے۔ کہ خاتمیت نبوت محمدیہ کے معنے تو تسلیم کر لئے جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آ سکتا۔ جیسا کہ ہر قرن اور ہر ملک کے صلحاء بیان کرتے آئے ہیں۔ باقی اس امر کا پہلے قرآن مجید کی نصوص سے فیصلہ کر لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جسمانی طور پر زندہ ہیں یا فوت ہو گئے ہیں۔ اگر وہ زندہ ثابت ہو جائیں تو مودودی صاحب اور ان کے ہم خیال سچے قرار پائیں گے اور اگر حضرت مسیح وفات پا چکے ہوں تو جماعت احمدیہ کا حق پر ہونا بالبداہت ثابت ہو جائے گا اور احادیث کے الفاظ کو قرآن مجید کے تابع کر کے ان کی تاویل کی جائے گی۔ کیا ہمارے مخالفین کو یہ طریق فیصلہ منظور ہے؟

اقوال بزرگان سلف کے متعلق مودودی صاحب کا طریقہ

مودودی صاحب کے پیش کردہ اقوال بزرگان کی حقیقت بیان کی جا چکی ہے اور بتایا جا چکا ہے کہ ان میں "اپنی نبوت" کی ہرگز نفی نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ ایک افسوسناک امر ہے کہ بزرگان سلف کی تعبیرات کو اپنی ذات میں مودودی صاحب قابل حجت نہیں سمجھتے۔ مگر عامۃ الناس کی جہالت سے فائدہ اٹھانے کے لئے انہوں نے اپنے کتابچہ میں بہت سے اقوال درج کر دیئے ہیں اور پھر ان سے وہ استدلال کیا ہے جو نادرست ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ:-

"میرا طریقہ یہ ہے کہ میں بزرگان سلف کے خیالات اور کاموں پر بے لاگ تحقیقی و تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔ جو کچھ ان میں حق پاتا ہوں اسے حق کہتا ہوں اور جس چیز کو کتاب و سنت کے لحاظ سے یا حکمت عملی کے اعتبار سے درست نہیں پاتا اس کو صاف صاف نادرست کہتا ہوں۔"

(رسائل و مسائل ص۳۰۵)

عملی طور پر مودودی صاحب اس طریقہ پر گامزن نظر نہیں آتے۔

امام غزالی اور امام قرطبی میں تضاد

البتہ یہیں ان کے قول وعمل کے تطابق کا امتحان ہو جاتا ہے۔ قارئین پڑھ چکے ہیں کہ مودودی صاحب نے امام غزالی کی کتاب الاقتصاد کے حوالہ کو غلط طور پر اپنی تائید میں پیش کیا ہے اور اس پر بہت زور دیا ہے مگر علامہ القرطبی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:-

وما ذکرہ الغزالی فی ھذہ الآیۃ وھذا المعنی فی کتابہ الذی سماہ بالاقتصاد الحاد عندی و تطرق خبیث فی تشویش عقیدۃ المسلمین فی ختم محمد صلی اللہ علیہ وسلم النبوۃ فالحذر الحذر منہ۔" (الجامع لاحکام القرآن جلد ۱۴ ص۱۹۶-۱۹۷)

کہ امام غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں آیت خاتم النبیین کے معنے کے متعلق جو لکھا ہے وہ میرے نزدیک الحاد ہے اور ختم نبوت محمدیہ کے بارے میں مسلمانوں کے عقیدہ کو مشوش کرنیکا خبیث طریق ہے اس سے بچنا چاہیے۔"

اب مودودی صاحب صاف صاف بتائیں کہ وہ امام غزالی اور امام القرطبی میں سے کس کے بیان کو قرآن و سنت کے مطابق مانتے ہیں؟

فصل ہفتم

لُغت کی رُو سے خاتم النبیین کے معنی

خاتم النبیین مرکب اضافی بطور مدح استعمال ہوا ہے | قرآن مجید، احادیث نبویہ، صحابہ کرام اور بزرگانِ سلف کے بیانات سے خاتم النبیین کے معنے بیان ہو چکے ہیں۔ اس تفصیل میں ضمناً لغت کا بھی ذکر آیا ہے۔ مگر یہ فصل خالص لغت کے رو سے خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے ہے۔

لغت سے مراد عربی زبان ہے جس میں مفردات اور مرکبات کا استعمال شامل ہے۔ قوامیس یا کتب لغت کا اصل کام مفرد الفاظ کے معانی بیان کرنا ہے مرکب کے اصل معنے کی تعیین عربی زبان کے محاورات سے ہوا کرتی ہے۔

لفظ خاتم النبیین مرکب اضافی ہے۔ لفظ خاتم مضاف ہے اور النبیین مضاف الیہ ہے۔ یہ مرکب اضافی (خاتم النبیین) لغت، محاورہ اور مذہب کی ساری تاریخ میں صرف ایک مرتبہ اور صرف ایک ہی وجود باجود (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ مرکب اضافی کے معنوں کی تعیین کے صحیح طریق کی وضاحت کے لئے ہم ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ "ابن السبیل" ایک مرکب اضافی ہے۔ ابن کے معنے بیٹے کے ہیں اور السبیل راستہ کو کہتے ہیں۔ ابن السبیل کا لفظی ترجمہ "راستے کا بیٹا" ہوگا۔ مگر کیا مرکب اضافی "ابن السبیل" کے معنے اسی طرح بیان کئے جائیں گے یا ابن السبیل سے مراد مسافر لیا جائے گا؟ یہ مثال خاتم النبیین پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتی۔ کیونکہ خاتم النبیین میں مضاف الیہ صاحب کمال افراد کی جماعت ہے اور اس مرکب اضافی (خاتم النبیین) کا ممدوح کو نین صلی اللہ علیہ وسلم پر اطلاق بطور مدح ہے۔ مدح بھی وہ کہ جس سے بڑھ کر آپ کی مدح قرآن مجید میں اور کہیں بیان نہیں ہوئی۔

علماء کا سطحی اسلوب بیان | عربی زبان کی وسعت، اس کی لطافت اور اس کے مرکبات کے معانی کی ندرت اور ہمہ گیری سے ناواقف علماء خاتم النبیین کے معنوں کی تعیین کے لئے کچھ اس قسم کا اسلوب بیان اختیار کرتے رہے ہیں کہ:۔

> "ختم کے اصل معنے مُہر لگانے، بند کرنے اور کسی چیز کا سلسلہ منقطع کر دینے کے ہیں۔ خَتَمَ الاناء کے معنے ہیں برتن کا مُنہ بند کر دیا۔ خَتَمَ العَمَلَ

کے معنے ہیں کام پورا کرکے اس سے فارغ ہوگیا۔ خَتَمَ الْکِتَابَ کے معنے ہیں خط پورا کرکے اس پر مُہر لگادی خود قرآن میں منکرینِ حق کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ خدا نے ان کے دلوں پر مُہر لگادی ہے یعنی ان کے دل قبولِ حق کے لئے بند کردیئے گئے ہیں۔ نہ ایمان ان کے اندر جا سکتا ہے نہ کفران میں سے نکل سکتا ہے۔ پس حضورؐ کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کرکے آپ کو اس پر مُہر کے طور پر نصب کردیا ہے اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہوسکتا۔" (رسائل و مسائل ص۳۷)

مولانا مودودی صاحب نے یہ کلمات ایک سائل کے جواب میں ۶ر اپریل ۱۹۵۰ء کو ملتان سے لکھے تھے اور آج بھی رسالہ ختم نبوت ص۱۰-۱۱ پر مولانا نے ہو بہو یہی اندازِ استدلال اختیار فرمایا ہے۔

ایک غیر احمدی کا معقول سوال

آپ کو شاید اندازہ نہ ہو کہ جناب مودودی صاحب نے رسائل و مسائل ص۳۷ کے الفاظ کس سوال کے جواب میں لکھے ہیں اسلئے پہلے وہ سوال پڑھ لیجئے۔ لکھا ہے :-

"مرزائی حضرات لفظ خاتم کے معنے نفی کمال کے لیتے ہیں نفی جنس کے نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خاتم کا لفظ کہیں بھی نفی جنس کے ساتھ استعمال نہیں ہوا اگر ہوا ہو تو مثال کے طور پر بتایا جائے ان کا چیلنج ہے کہ جو شخص عربی لغت میں خاتم کے معنے نفی جنس کے دکھادے اس کو انعام ملے گا۔ نفی کمال کی مثالیں وہ یہ دیتے ہیں کہ مثلاً کسی کو خاتم الاولیاء کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ولایت اس پر ختم ہوگئی بلکہ حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ولایت کا کمال اس پر ختم ہوا اقبال کے اس فقرے کو بھی وہ نظیر میں پیش کرتے ہیں ؎

آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جہاں آباد میں اس کے بعد کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا بلکہ یہ ہے کہ وہ جہاں آباد کا آخری باکمال شاعر تھا۔ اسی قاعدے پر وہ خاتم النبیین کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالاتِ نبوت ختم ہوگئے نہ یہ کہ خود نبوت ہی ختم ہوگئی۔" (رسائل و مسائل ص۳۲)

قارئین کرام! آپ خدا لگتی کہیں کہ کیا اس لطیف پُرمعنی اور باریک استدلال کا از روئے لغت وہی جواب ہونا چاہیئے جو مودودی صاحب نے اوپر کی سطور میں دیا ہے؟

جماعت احمدیہ کا چیلنج

غیر احمدی سائل نے اپنے سوال میں جماعت احمدیہ کے جس چیلنج کا ذکر کیا ہے وہ یوں ہے کہ عربی زبان میں اور اس کے محاورات میں جب کبھی خاتم النبیین کے طریق پر کوئی مرکب اضافی کسی کی مدح میں استعمال ہوا ہے جس کی عربی زبان میں بہت سی مثالیں موجود ہیں تو ایسے مرکب اضافی کے معنے ہمیشہ اس جماعت مضاف الیہ کا اعلیٰ، کامل اور انتہائی افضل فرد کے ہوتے ہیں اور وہ فرد اپنے کمال میں بےمثال اور عدیم النظیر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے استعمالات کی کم و بیش چالیس مثالیں جو ہم نے یہاں اپنے ملک میں اور بلاد عربیہ میں بھی بار بار شائع کی ہیں حسب ذیل ہیں:-

خاتم مرکب اضافی کی مثالیں

۱- ابوتمام شاعر کو خاتم الشعراء کہا ہے
(وفیات الاعیان جلد اوّل)

۲- ابوالطیب کو خاتم الشعراء کہا گیا ہے۔
(مقدمہ دیوان المتنبی مصری صفحہ ۴)

۳- ابوالعلاء المعری کو خاتم الشعراء قرار دیا گیا ہے۔
(حوالہ مذکورہ حاشیہ صفحہ ۴)

۴- شیخ علی حزین کو ہندوستان میں خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔ (حیات سعدی صفحہ ۱۱۷)

۵- حبیب شیرازی کو ایران میں خاتم الشعراء سمجھا جاتا ہے۔ (حیات سعدی صفحہ ۸۷)

۶- حضرت علیؓ خاتم الاولیاء ہیں۔ (تفسیر صافی سورۃ احزاب)

۷- امام شافعی خاتم الاولیاء تھے
(التحفۃ السنیہ صفحہ ۴۵)

۸- شیخ ابن العربی خاتم الاولیاء تھے۔ (فتوحات مکیہ)

۹- کافور خاتم الکرام تھا۔ (شرح دیوان المتنبی صفحہ ۳۰۳)

۱۰- امام محمد عبدہ مصری خاتم الائمہ تھے۔ (تفسیر الفاتحہ صفحہ ۱۴۸)

۱۱- السید احمد السنوسی خاتمۃ المجاہدین تھے۔
(اخبار الجامعۃ الاسلامیہ فلسطین ۲۷ محرم ۱۳۵۲ھ)

۱۲- احمد بن ادریس کو خاتمۃ العلماء المحققین کہا گیا ہے۔ (العقد النفیس)

۱۳- ابوالفضل الالوسی کو خاتمۃ المحققین کہا گیا ہے
(سرورق تفسیر روح المعانی)

۱۴- الشیخ الازہر سلیم البشری کو خاتم المحققین قرار دیا گیا ہے۔ (الحراب صفحہ ۳۷۲)

۱۵- امام سیوطی کو خاتمۃ المحققین لکھا گیا ہے۔
(سرورق تفسیر اتقان)

۱۶- حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے۔ (عجالہ نافعہ جلد اوّل)

۱۷- الشیخ شمس الدین خاتمۃ الحفاظ تھے۔
(التجرید الصریح مقدمہ صفحہ ۴)

۱۸- نبی بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔
(تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۲۲۳)

۱۹- ترقی کرتے کرتے ولی خاتم الاولیاء بن جاتا ہے۔
(فتوح الغیب صفحہ ۴۳)

۲۰- الشیخ بخیت کو خاتمۃ الفقہاء مانا جاتا ہے۔
(اخبار الصراط المستقیم یافا ۲۷ رجب ۱۳۵۴ھ)

۲۱- شیخ رشید رضا کو خاتمۃ المفسرین قرار دیا گیا ہے۔ (الجامعۃ الاسلامیہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ)

۲۲۔شیخ عبدالحق صاحب خاتمۃ الفقہاء تھے۔
(تفسیر الاکلیل سرورق)
۲۳۔الشیخ محمد بخیت خاتمۃ المحققین تھے۔
(الاسلام مصر۔ شعبان ۱۳۵۲ھ)
۲۴۔افضل ترین ولی خاتم الولایت ہوتا ہے۔
(مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۷۱)
۲۵۔شاہ عبدالعزیز صاحب خاتم المحدّثین والمفسّرین تھے۔ (ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۴)
۲۶۔انسان خاتم المخلوقات الجسمانیہ ہے۔
(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر)
۲۷۔الشیخ محمد بن عبداللہ خاتمۃ الحفاظ تھے۔
(الرسائل النادرۃ صفحہ ۳)
۲۸۔علّامہ سعدالدین تفتازانی خاتمۃ المحققین تھے۔ (شرح حدیث الاربعین صفحہ ۱)
۲۹۔ابن حجر العسقلانی خاتمۃ الحفّاظ ہیں۔
(طبقات المدلسین سرورق)
۳۰۔مولوی محمد قاسم صاحب کو خاتم المفسّرین لکھا گیا۔
(اسرار قرآنی ٹائیٹل پیج)
۳۱۔امام سیوطی خاتمۃ المحدّثین تھے۔
(ہدیۃ الشیعہ صفحہ ۲۱۰)
۳۲۔بادشاہ خاتم الحکّام ہوتا ہے (حجۃ الاسلام صفحہ ۳۵)
۳۳۔آنحضرت صلعم خاتم الکاملین تھے۔ (〃)
۳۴۔انسانیت کا مرتبہ خاتم المراتب ہے اور آنحضرت صلعم خاتم الکمالات ہیں۔ (علم الکتاب صفحہ ۱۴۰)
۳۵۔حضرت عیسیٰ خاتم الاصفیاء الائمۃ ہیں۔ (بقیۃ المتقدمین صفحہ ۱۸۲)
۳۶۔حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء تھے۔ (منار الہدیٰ صفحہ ۱۰۶)
۳۷۔رسول مقبول صلعم خاتم المعلّمین تھے۔
(الصراط السوی مصنفہ علامہ محمد سبطین)
۳۸۔الشیخ الصدوق کو خاتم المحدّثین لکھا ہے۔
(کتاب من لا یحضرہ الفقیہ)
۳۹۔عقلِ انسانی تجلیاتِ الٰہیہ وجود، زندگی اور قدرت کی خاتم الخلع ہے (تفسیر کبیر رازی جلد ۶ صفحہ ۳۱)
۴۰۔ابوالفضل شہاب الالوسی کو خاتمۃ الادباء لکھا ہے۔ (سرورق روح المعانی)
۴۱۔صاحب روح المعانی نے الشیخ ابراہیم الکورانی کو خاتمۃ المتاخرین قرار دیا ہے۔
(تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۴۵۳)
۴۲۔مولوی انور شاہ صاحب کاشمیری کو خاتم المحدّثین لکھا گیا ہے۔ (کتاب رئیس الاحرار صفحہ ۹۹)
۴۳۔مولانا قاری محمد طیّب صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند لکھتے ہیں:-

"آپ ہی منتہائے علوم ہیں کہ آپ ہی پر علوم کا کارخانہ ختم ہو جاتا ہے اسلئے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا گیا ہے۔"
(شانِ رسالت صفحہ ۴۸)

اِن استعمالات سے ظاہر ہے کہ اہلِ عرب اور دوسرے محققین علماء کے نزدیک جب بھی کسی ممدوح کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المحدّثین یا خاتم المفسّرین کہا جاتا ہے تو اس کے معنے بہترین شاعر،

سب سے بڑا فقیہہ، سب سے بلند مرتبہ محدث یا مفسر کے ہوتے ہیں۔

مودودی صاحب کی طرف سے چیلنج کا جواب

جناب مودودی صاحب ان محاوراتِ عربیہ کے جواب میں اپنے تازہ رسالہ ختمِ نبوت میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

"منکرین ختمِ نبوت (؟) خدا کے دین میں نقب لگانے کے لئے لغت کو چھوڑ کر (؟) اِس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء یا خاتم الفقہاء یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اُس فن کے کمالات اس شخص پر ختم ہو گئے حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنے ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنے ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں اور آخری کے معنے میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد سے ناواقف ہو" (صلا)

جناب مودودی صاحب کے جواب پر تبصرہ

گویا مودودی صاحب کو یہ تو تسلیم ہے کہ خاتم الشعراء یا خاتم المفسرین وغیرہ مرکب لفظ کے یہی معنے ہوتے ہیں کہ شخص موصوف پر اس فن کے کمالات ختم ہو گئے اور وہ اس گروہ یا جماعت کا افضل فرد ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آخری کے معنے میں لفظ خاتم کا استعمال سرے سے غلط قرار پا جائے۔

ہمارے نزدیک مولانا مودودی صاحب کی یہ بھول ہے کیونکہ خاتم الشعراء اور خاتم المفسرین وغیرہ مرکباتِ مدح میں آخری کا تعریفی مفہوم وہی ہوتا ہے جو علامہ اقبال کے قول ع "آخری شاعر جہان آباد کا خاموش ہے" میں مراد لیا گیا ہے اور جس کا ذکر اوپر "رسائل و مسائل صد۳۳" کے حوالہ میں ہو چکا ہے۔ مولانا پر واضح رہنا چاہیئے کہ لفظ خاتم عربی لغت میں بطور مدح بھی استعمال ہوتا ہے اور محض بیانِ تاریخ کے لئے بھی۔ (بیانِ تاریخ کی صورت میں تاخرِ زمانی مراد ہو سکتا ہے۔) مگر مقام مدح پر استعمال شدہ "خاتم" کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ شخص موصوف اس کمال میں انتہاء کو پہنچا ہوا ہے۔ اس کی مانند کوئی دوسرا نہیں ہے۔ محض زمانی تقدم و تاخر کا بیان مقام مدح پر نہیں ہوتا۔ ہم نے عربی زبان کے محاورات اور استعمالات کے استقراء کے بعد یہ اعلان کیا ہے کہ [illegible] خاتم صاحب کمال افراد کے مجموعہ کی طرف [illegible] مقام مدح پر

استعمال ہو جیساکہ خاتم الاولیاء، خاتم الشعراء، خاتم المفسرین، خاتم المحدثین، خاتمۃ الائمۃ، خاتم المجتہدین اور خاتم النبیین میں ہے تو اسکے معنے صرف اور صرف یہ ہوتے ہیں کہ اس مرکب اضافی کا موصوف اپنے مضاف الیہم کا اعلیٰ و افضل فرد ہے کوئی دوسرا اس کے درجہ اور پایہ کا نہیں۔ یہ لغوی مفہوم ہے جو اس مرکب اضافی کا ہوتا ہے (البتہ اس کے اعلیٰ اور افضل ہونے سے اس کی مانند یا اس کے برابر ہونے کی نفی خود بخود لازم آتی ہے) اس قاعدہ کے خلاف ایک مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔ ہاں استعمال کرنے والا اگر علم غیب نہیں رکھتا تو اس کا یہ استعمال مبالغہ کے طور پر ہوگا اور اگر علم غیب رکھتا ہے تو اصلیت و حقیقت ٹھہرے گا۔ مرکب اضافی کے معنے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ اس واضح قاعدہ استقرائیہ کے مقابلہ پر ختم الانائ، ختم الکتاب، ختم العمل یا ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم کو بطور مثال وہی شخص پیش کرے گا جسے عربی زبان کا علم اور ذوق عطاء نہیں ہوا۔

خاتم بمعنی مُہر کا اعتراف

جناب مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں:۔

(۱) "حضورؐ کو خاتم النبیین کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا سلسلہ مکمل کر کے آپؐ کو اس پر مُہر کے طور پر نصب کر دیا ہے۔ اب اس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل نہیں ہو سکتا۔" (رسائل و مسائل صفحہ ۳۷)

مولانا کا تازہ ارشاد ہے کہ:۔

(۲) "عربی لغت و محاورے کی رُو سے خاتم کے معنے ڈاکخانے کی مُہر کے نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں بلکہ اس سے مراد وہ مُہر ہے جو لفافے پر اسلئے[1] لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جاسکے۔"

(کتابچہ ختم نبوت صفحہ ۱۲)

اِن دونوں اقتباسات میں مودودی صاحب نے صاف طور پر خاتم کے معنے مُہر تسلیم کر لئے ہیں۔ اب خاتم النبیین کے معنے "نبیوں کی مُہر" مسلّم ہو گئے حالانکہ مودودی صاحب کتابچہ کے صفحہ ۲ پر "نبیوں کی مُہر" معنی کرنے کو "فتنۂ عظیم" کی بنیاد قرار دے چکے ہیں۔ ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا۔

دوسری بات یہ کہ اس "مُہر" کا نتیجہ پہلے اقتباس میں یہ بتلایا ہے کہ "اب اِس سلسلہ میں کوئی نیا نبی داخل

---

[1] الفرقان:۔ یعنی بقول مودودی صاحب نبی تو سب لفافے کے اندر ہیں اور آنحضرتؐ صرف لفافے پر مُہر ہیں گویا معاذ اللہ آپؐ انبیاء میں شامل ہی نہیں +

نہیں ہو سکتا" اور دوسرے اقتباس میں نتیجہ یوں مذکور ہے کہ "نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جاسکے"۔ اب اِس جگہ یہ سوال اُبھر کر سامنے آگیا ہے کہ جب آنحضرتؐ ایسی مُہر ہیں کہ اندر کی کوئی چیز بھی باہر نہیں آسکتی تو بتلایا جائے کہ حضرت مسیح ابن مریم کس طرح باہر آجائیں گے کیا ان پر آنحضرتؐ کی یہ مُہر نہیں لگی تھی؟ کیا مودودی صاحب اِس سوال کا جواب دے سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں قطعاً نہیں۔

آنحضرتؐ کس قسم کی مُہر ہیں

اُوپر کے دوسرے اقتباس سے تو قریباً فیصلہ ہی ہو گیا ہے۔ مودودی صاحب اس حد تک جماعت احمدیہ سے اتفاق کر چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنے "نبیوں کی مُہر" درست ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ مُہریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک ڈاکخانے کی مُہر "جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں" دوسری لفافے والی مُہر "جو لفافے پر اسلئے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے نہ باہر کی کوئی چیز اندر جاسکے"۔

مولانا لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ مُہر تو ہیں مگر وہ مُہر نہیں ہیں "جسے لگا لگا کر خطوط جاری کئے جاتے ہیں"۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اللہ جلّ شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوتِ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی"۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ)

گویا اب سارا جھگڑا اِس پر آٹھہرا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مُہر ہیں یا نہیں "جسے لگا لگا کر خطوط (یعنی نبی) جاری کئے جائیں"؟

مُہر کی نوعیّت کی تعیین کے لئے دو شہادتیں

اِس جھگڑے کو طے کرنے کے لئے ہم اس جگہ صرف دو شہادتیں پیش کرتے ہیں۔ پہلی شہادت جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی "شیخ الاسلام" پاکستان کی ہے لکھتے ہیں:۔

"بدیں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ آپ رتبی اور زمانی ہر حیثیت سے خاتم النبیین ہیں اور جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مُہر لگ کر ملی ہے"۔ (قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی زیر آیت خاتم النبیین)

کتنی واضح اور بدیہی شہادت ہے۔ کیا اب بھی مودودی صاحب انکار کریں گے؟

دوسری شہادت۔ امام راغب اصفہانی اپنی اعلیٰ ترین لغت قرآن "المفردات"[۱] میں

۱۔ مولوی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند (باقی صفحہ ۸۹ پر)

لکھتے ہیں:۔

"الختم والطبع یقال علی وجھین: مصدر ختمت وطبعت، وھو تاثیر الشیٔ کنقش الخاتم والطابع، والثانی الاثر الحاصل من النقش، ویتجوز بذٰلک تارۃ فی الاستیثاق من الشیٔ والمنع منه اعتباراً بما یحصل من المنع بالختم علی الکتب والابواب نحو ختم اللّٰه علی قلوبھم وختم علی سمعه وقلبه وتارۃ فی تحصیل اثر عن شیٔ اعتباراً بالنقش الحاصل وتارۃ یعتبر منه بلوغ الاٰخر، منه قیل ختمت القراٰن ای انتھیت الی اٰخرہ" (زیر لفظ ختم)

ترجمہ:۔ لفظ خَتْم اور طَبْع دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) خَتَمْتُ اور طَبَعْتُ (فعل) کے مصدر کے طور پر یعنی کسی چیز کا اثر پیدا کرنا مثلاً مہر یا انگوٹھی کا نشان پیدا کرنا (۲) نقش کرنے سے حاصل ہونے والا نشان بھی ختم کہلائے گا۔ دروازوں اور خطوط پر مہر لگا دینے سے روکنے کا جو مفہوم پیدا ہوتا ہے اس کا اعتبار کرتے ہوئے لفظ ختم کئی دفعہ کسی چیز کو مضبوط طور پر باندھنے اور روکنے کے لئے بھی بطور مجاز استعمال ہوتا ہے جیسے ختم اللّٰہ علٰی قلوبھم اور ختم علٰی سمعہ وقلبہ میں ہوا ہے پھر حاصل شدہ نقش کے اعتبار سے لفظ ختم اثر پیدا کرنے کے مفہوم میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور کبھی اس لفظ سے آخر تک پہنچنے کا مفہوم بھی معتبر ہوتا ہے کہتے ہیں ختمت القراٰن جس کے معنے ہیں کہ میں اس کے آخر تک پہنچ گیا۔"

اس علمی حوالہ پر اہلِ علم اصحاب کو دعوتِ تحقیق دی جاتی ہے۔ اس میں امام راغب نے لفظ ختم کو اثر پیدا کرنے اور پیدا شدہ اثر کے معنے میں اصل اور بالذات قرار دیا ہے اور بند کرنے، روکنے، آخر تک پہنچنے اور تحصیل اثر کے معنوں کو اعتباری اور قیاسی قرار دیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ سب اہلِ علم جانتے ہیں کہ مادی چیز کے آخر تک پہنچنے اور معنوی وصف اور کمال کے آخر تک پہنچنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ نبوت کے ختم سے بلوغ آخر والے معنوں کے رو سے بھی نبوتِ کاملہ کا حصول مراد ہوگا اور خاتم النبیین تو یقیناً وہ مہر ہے جو

لکھتے ہیں:۔ "یہ کتاب امام راغب اصفہانی علیہ الرحمۃ کی وہ عجیب تصنیف ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ خاص قرآن مجید کی لغات کو عجیب انداز سے بیان فرمایا ہے شیخ جلال الدین سیوطی نے اتقان میں فرمایا ہے کہ لغات قرآن میں اس سے بہتر کتاب آج تک تصنیف نہیں ہوئی۔" (ختم النبوۃ فی القرآن صفحہ ۴۲)

اپنی تاثیراتِ قدسیہ کے رُو سے ہزاروں لاکھوں
آشنا یانِ روحانیت پیدا کرنے والی ہے ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہِ ذقن
واں مسیحِ ناصری شد از دمِ او بے شمار

خاتمیت کے مفہوم کے لئے مزید چار حوالے

ہم نے خاتمیت کے مفہوم کو لغوی اور علمی طور پر واضح کرنے کے لئے اِس مقالہ میں اُور بھی بہت سے حوالے دیئے ہیں۔ مزید چار حوالے درج ہیں۔

(۱) امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں :-

والخاتم یجب ان یکون افضل
اَلا ترٰی ان رسولنا صلی اللہ
علیہ وسلم لما کان خاتم النبیین
کان افضل الانبیاء علیہم
الصلوات والسلام۔
(تفسیر کبیر رازی جلد ۶ ص ۳۲ مصری)

کہ خاتم لازماً افضل ہوتا ہے جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خاتم النبیین قرار دیا گیا تو آپ سب نبیوں سے افضل ٹھہرے۔

(۲) حضرت فرید الدین عطارؒ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق کہتے ہیں ؎

ختم کردہ عدل و انصافش بحق
تا فراست بردہ از مردم سبق
(منطق الطیر ص ۲۹)

(۳) جناب مولانا حالیؔ حضرت شیخ سعدیؒ کے متعلق لکھتے ہیں :-

"ہمارے نزدیک جس طرح طعن و ضرب اور جنگ و حرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے اسی طرح اخلاق، نصیحت و پند، عشق و جوانی، ظرافت و مزاح، زہد و ریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم ہے۔"
(رسالہ حیاتِ سعدی ص ۵۱)

(۴) حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں :-

"سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اُوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال و عطائے مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہو گا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہو گا۔"
(رسالہ انتصار الاسلام ص ۴۵)

ان فحول علماء اور محققین کے بیانات سے قطعی طور پر طے ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب سے افضل، سب سے بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ فیض رساں نبی ہیں گویا آپ نبیوں کی وہ مُہر ہیں جس کے طفیل انبیاء پیدا ہوئے اور آپ کے تابعین میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ واللہ ذو الفضل العظیم ۔

فصل ہشتم

نزولِ مسیح کے متعلق احادیث اور عقیدۂ ختمِ نبوّت

خروجِ دجّال کے بارے میں مودودی صاحب کی انوکھی تاویل !

حضرت مسیح کے آسمان پر جانے کا کوئی ثبوت نہیں

مودودی صاحب نے اپنے کتابچہ کے صفحہ ۲۹ سے صفحہ ۳۴ تک "مسیح موعود کی حقیقت" کے عنوان کے ماتحت نزولِ مسیح اور خروجِ دجّال کی "احادیث" پیش کر کے ان کی ایک سیاسی رنگ کی تاویل درج کی ہے۔ اس بارے میں مودودی صاحب کی پیش کردہ ان احادیث اور ان کی تاویل پر غور کرنے سے پیشتر جناب مودودی صاحب کا اس بارے میں اصل مذہب معلوم کرنا ضروری ہے تا اندازہ ہو سکے کہ اصل دینی عقیدہ اور سیاسی عقیدہ میں کتنا فرق ہے۔ نیز یہ بھی پتہ لگ جائے کہ آیا اپنے اصلی عقیدہ کی موجودگی میں مودودی صاحب کو ان "احادیث" کو از روئے ایمان پیش کرنے کا حق بھی ہے؟

حضرت مسیح کے آسمانوں پر جانے کے سلسلہ میں مودودی صاحب کا محتاط مذہب یہ ہے کہ:۔

"قرآن نہ اس کی تصریح کرتا ہے کہ اللہ ان کو جسم و روح کے ساتھ کرۂ زمین سے اٹھا کر آسمانوں پر کہیں لے گیا ہے اور نہ یہی صاف کہتا ہے کہ انہوں نے زمین پر طبعی موت پائی اور صرف ان کی روح اٹھائی گئی۔"

(تفہیم القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۲۳)

یہ بات تو یقیناً غلط ہے کہ قرآن مجید نے ایسے اہم مسئلہ کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں بتائی۔ کتنے ظلم کی بات ہے کہ مفسر اپنی کوتاہ علمی کا اعتراف کرنے کی بجائے قرآن مجید پر ابہام اور عدم توضیح کا الزام لگا رہا ہے تاہم مودودی صاحب اپنے اس عقیدہ کی موجودگی میں مسیح کو جسم سمیت آسمانوں سے اُتارنے کا کیا حق رکھتے ہیں۔ جہاں جانا ثابت نہیں وہاں سے آنا چہ معنی دارد؟

احادیث دربارہ دجّال کی حقیقت

دجال کے متعلق احادیث کے بارے میں مودودی صاحب کا اصل عقیدہ کیا ہے؟ لکھتے ہیں کہ:۔

(الف) "یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔ ان چیزوں کو تلاش کرنے کی ہمیں کوئی

ضرورت بھی نہیں۔ عوام میں اس قسم کی جو باتیں مشہور ہوں ان کی کوئی ذمہ داری اسلام پر نہیں ہے اور ان میں سے کوئی چیز اگر غلط ثابت ہو جائے تو اس سے اسلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔"

(ترجمان القرآن ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۵ء)

(ب) جب اس بیان پر کسی سائل نے دجال کی احادیث کا حوالہ دیکر سوال کیا تو مودودی صاحب نے "تحقیق حدیث دجال" کے عنوان سے لکھا کہ:-

"دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا، کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ آیا وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان کے متعلق جو مختلف باتیں حضور سے احادیث میں منقول ہیں وہ دراصل آپ کے قیاسات ہیں جن کے بارے میں آپ خود شک میں تھے کبھی آپ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا کبھی یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام و عراق کے درمیانی علاقہ سے۔ پھر کبھی آپ نے ابن صیاد نامی اس یہودی لڑکے پر جو مدینہ میں (غالباً ۲ سنہ یا ۳ سنہ ھ میں) پیدا ہوا تھا یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو۔ اور آخری روایت یہ ہے کہ ۹ سنہ ھ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آکر اسلام قبول کیا اور آپ کو یہ قصہ سنایا۔ کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحر روم یا بحر عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں ان کی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے تو آپ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی۔ البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرما دیا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم یا بحر عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ یہ تردّد اوّل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں

آپ نے وحی کی بناء پر یہ نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کی بناء پر فرمائی تھیں۔ اور آپ کا گمان وہ چیز نہیں ہے جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپ کی نبوت پر کوئی حرف آتا ہو یا جس پر ایمان لانے کے لئے ہم مکلّف کئے گئے ہوں۔ پھر جبکہ بعد کے واقعات سے ان باتوں کی تردید بھی ہو چکی ہے جو اس سلسلہ میں آپ نے گمان کی بناء پر فرمائی تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ خواہ مخواہ ان کو عقائد میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جائے۔ ابن صیاد پر آپ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید یہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ نے تو قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال ہے مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا، حرمین میں رہا، بحالت اسلام میں مرا اور اس کی نماز جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب اس میں کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا رہا؟ تمیم داری کے بیان کو حضور نے اس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت تمیم نے جزیرے میں محبوس دیکھا تھا یہ ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے کہ اس نے اپنے دجال ہونے کی جو خبر حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی؟ حضور کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو۔ لیکن کیا ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضور کا اندیشہ صحیح نہ تھا؟ اب ان چیزوں کو اس طرح نقل و روایت کئے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح فہم کہا جا سکتا ہے۔"

(رسالہ ترجمان القرآن فروری ۱۹۴۶ء و رسائل و مسائل ص۵۷)

کل تک مودودی صاحب ان روایات و احادیث کو "اسلامی عقائد" قرار دینے کو نہ اسلام کی "صحیح نمائندگی" سمجھتے تھے اور نہ ہی اسے "حدیث کا صحیح فہم" قرار دیتے تھے بلکہ صاف لکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نہیں بتایا گیا تھا کہ "دجال کب ظاہر ہو گا۔ کہاں ظاہر ہو گا اور یہ کہ وہ آپ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے" مگر آج احمدیت کی تردید کی خاطر

مودودی صاحب کو نظر آرہا ہے کہ دجال اکبر اسرائیل میں ابھی ظاہر ہوا چاہتا ہے اور حضرت اس کے قتل کے لئے حضرت مسیحؑ دو ہزار برس سے آسمانوں پر منتظر تھے اور اب زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے دمشق میں اُتر رہے ہیں۔ کیا یہ انداز فکر محققانہ اور مومنانہ ہے؟ گویا کل تک جو "اسلامی عقیدہ" نہ تھا آج اُسے بخواہ مخواہ عقائد میں داخل رکھنے پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ مودودی صاحب لکھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ نے دجال کے متعلق فرمایا تھا "مَیں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا" (رسائل صہ۵۴) مگر اب مودودی صاحب اسے مدینہ منورہ کے شمال میں ظاہر ہونے والا بتا رہے ہیں۔ یا للعجب!

روایات کے پیش کرنے کا مقصد

مودودی صاحب لکھتے ہیں :-

"نئی نبوت کی طرف بُلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور مسیحؑ نبی تھے اسلئے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق"
(رسالہ ختم نبوت صہ۳۹)

یہاں ہم پوچھتے ہیں کہ مودودی صاحب فرمائیں کہ آیا یہ دونو قضیے درست نہیں (۱) کہ احادیث میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے (۲) نیز یہ کہ مسیح نبی تھے؟ کیا اس سے یہ استدلال غلط ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی؟

اس کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود سے مراد حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ نہیں ہیں ان کا تو انتقال ہو چکا ہے اب جس کے آنے کی خبر احادیث میں دی گئی ہے وہ مثیل مسیح یعنی حضرت عیسیٰؑ کی مانند ایک مسیح ہے اور وہ فلاں شخص ہے جو آچکا ہے اس کا ماننا عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔"
(صہ۳۹)

صاف ظاہر ہے کہ جب حضرت عیسیٰ ابن مریم وفات پا چکے ہیں تو احادیث میں آنے والے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیحؑ ہی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآنی اور حدیثی نصوص کے مطابق فوت شدہ انسان اس دنیا میں واپس نہیں آسکتا ایسی صورت میں عقلاً و نقلاً مسیحؑ کی آمد ثانی سے مراد مثیل مسیح کی آمد ہی ہو سکتی ہے۔ بائیبل میں صاف لکھا ہے کہ ایلیاہ نبی بگولے میں ہو کے آسمان پر چلا گیا (۲ سلاطین ۲/۱۱) نیز یہ کہ ہولناک دن یا مسیح موسوی کی آمد کے دن سے پیشتر ایلیاہ دوبارہ آئے گا (ملاکی ۴/۵) چنانچہ یہودی منتظر تھے کہ ان کے مسیح سے پہلے ایلیاہ آسمان سے آئے گا۔

(متی ۱۷/۱۲) مگر حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے اس سوال کے جواب میں حضرت یحییٰؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

"اور چاہو تو مانو ایلیاہ جو آنیوالا تھا یہی ہے" (متی ۱۱/۱۴)

اسی طرح مسیح موعود سے مراد یقیناً مثیل مسیح ہی ہے۔

جناب مودودی صاحب نے قرآن و حدیث اور تورات و انجیل کی اس صداقت کو "فریب" قرار دے کر اس کا پردہ چاک کرنے کے لئے "جملہ ۲۱ روایات" جمع کر دی ہیں۔ آیئے اب ہم ان روایات کا تحقیقی جائزہ لیں۔

کیا یہ روایات حیاتِ مسیحؑ کے ثبوت کیلئے قطعیۃ الدلالت ہیں ؟

ان روایات کی صحت و ثقاہت پر علمی بحث کرنے سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم مودودی صاحب سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ کیا ان کے نزدیک یہ "روایات" اس بارے میں قطعیۃ الدلالت ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بجسدہ العنصری آسمانوں پر زندہ ہیں ؟ اگر نہیں اور قطعاً نہیں تو پھر فرمایئے کہ ان روایات سے احمدیوں کے معقول منطقی قضیہ کی تردید کس طرح ہو سکتی ہے ؟ جماعتِ احمدیہ کی نص آیات قرآنی سے وفاتِ مسیح علیہ السلام پر پختہ استدلال مودودی صاحب کو معلوم ہے احادیث صحیحہ کی صراحت بھی انہیں یاد ہے اس لئے وہ فوراً پکار اٹھتے ہیں کہ :-

"اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لاحاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انہیں زندہ کر کے اٹھا لانے پر قادر ہے"

اے بھائی ! جب جماعت احمدیہ کے اس نظریہ کا جائزہ لینا ہے کہ چونکہ حضرت مسیحؑ فوت ہو چکے ہیں اسلئے احادیث میں آنے والے مسیح موعود سے مراد مثیل مسیح ہے تو وفات و حیاتِ مسیحؑ کی بحث "لاحاصل" کیوں ہوگی ؟ دل آپ کا بھی مانتا ہے کہ مسیحؑ زندہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے "بالفرض" کہہ کر انہیں دوبارہ زندہ کرنا چاہتے ہیں مگر یہ خود محال ہے کیونکہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ اس بارے میں بالکل صریح ہیں کہ فوت شدہ انسان دوبارہ دنیا میں نہیں آتا۔ ہم آیت فیمسك التی قضی علیہا الموت کو پہلے درج کر چکے ہیں۔ صحاح ستہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تم افسردہ کیوں ہو ؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! میرے والد شہید ہو گئے ہیں نیز بچے اور قرضہ میرے ذمہ پڑ گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا میں اس ملاقات کی خوشخبری آپ کو نہ دوں جو آپ کے والد کی اللہ تعالیٰ سے ہوئی تھی میں نے عرض کیا ہاں رسول اللہ ! حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دوسروں سے تو پس پردہ بات کرتا رہا ہے مگر آپ کے والد صاحب سے اس نے روبرو گفتگو فرمائی اور کہا کہ لے میرے بندے ! کوئی خواہش

کریں اسے پورا کر دوں گا۔ آپ کے والد مرحوم نے کہا کہ اے میرے رب تو مجھے زندگی بخش تا میں دوبارہ تیری راہ میں شہید کیا جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوگا کیونکہ پہلے سے میری طرف سے اعلان ہو چکا ہے کہ مردے دوبارہ دنیا میں واپس نہ ہوں گے۔"

(مشکوٰۃ باب المناقب ص۵۴۹)

پس یہاں پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سوال نہیں اور نہ ہی اس کا انکار ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کرکے دوبارہ دنیا میں نہیں بھیجے گا۔ حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کا واقعہ بتلا رہا ہے کہ اگر حضرت مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مان لیا جاتا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے تو پھر ان کے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت عبداللہؓ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی تمنا پوری کرنے کا وعدہ فرمایا مگر جب انہوں نے یہ تمنا کی کہ مجھے دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تا میں دوبارہ جام شہادت نوش کر سکوں۔ گویا ان کی یہ تمنا بھی نہایت اعلیٰ مقصد کے لئے تھی مگر چونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کے مقررہ قانون کے خلاف تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے پورا نہ کیا بلکہ فرمایا کہ مردے دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں نہیں جا سکتے۔

پس مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات حیات مسیحؑ کے لئے ہرگز قطعیۃ الدلالت نہیں۔ ان میں تو مسیح کے زندہ اور آسمان پر ہونے کا ذکر تک موجود نہیں۔ لفظ پرستی کی آڑ میں ان روایات سے جناب مودودی صاحب زیادہ سے زیادہ جو استدلال کر سکتے ہیں وہ ان کے الفاظ میں یہ ہے کہ:۔

"بہرحال جو شخص حدیث کو مانتا ہے اسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسیٰ ابن مریم ہوں گے اور وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے۔" (رسالہ ختم نبوت ص۴۲)

گویا مودودی صاحب کا تمسک ان روایات میں سے ایک تو لفظ ابن مریم سے ہے اور دوسرے لفظ نزول ان کے لئے وجہ اضطراب ہے۔

مودودی صاحب سے دو مختصر سوال

آگے بڑھنے سے پہلے میں جناب مودودی صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ اوّل تو یہ فرمائیے کہ جو شخص "حدیث" کے ساتھ قرآن مجید کو بھی مانتا ہو اور اسے قطعی اور یقینی کلام اللہ ماننے کی وجہ سے حدیث کو اس کے تابع سمجھتا ہو اسے کیا ماننا پڑے گا؟ دوسرے یہ فرمائیے کہ اگر آپ کے "بالفرض" کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام واقعی فوت شدہ ہوں تو پھر ان کے "نازل" ہونے کے کیا معنے ہوں گے؟ کیا انہیں زندہ کرکے پہلے جسم سمیت آسمان پر لیجایا جائے گا اور پھر وہاں سے زرد کپڑے پہنا کر دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھوا کر زمین پر اتارا جائے گا یا نزول کے کوئی اور معنے ہوں گے؟

مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات سے لفظ نزول کی تشریح

مودودی صاحب نے

نزولِ مسیح کے لئے اکیس[21] روایات درج کی ہیں جن میں کافی تعارض اور تضاد بھی ہے۔ لفظ نزول کے سلسلہ میں یاد رہے کہ ان اکیس[21] روایات میں سے چودہ روایات میں لفظ نزول کا استعمال ماضی، مضارع، اسم فاعل یا مصدر کے طور پر ہوا ہے۔ سات روایات یعنی ۸ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴ و ۹ و ۱۷ و ۱۸ و ۲۱ میں لفظ نزول کسی رنگ میں بھی استعمال نہیں ہوا۔ روایت ۹ میں "فاذا ھم بعیسی ابن مریم" کے الفاظ ہیں جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے کیا ہے کہ "یکایک عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آجائیں گے" (ص۴۵) روایت ۱۷ میں ہے "فیصبح فیھم عیسی بن مریم" یعنی "صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ بن مریم آجائیں گے" (ختم نبوت ص۵۱)

خاص توجہ کے قابل یہ امر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایت ۲ میں "بعث اللہ المسیح ابن مریم" آیا ہے اور روایت ۱۸ میں الفاظ "فیبعث اللہ عیسی ابن مریم" مروی ہیں۔ جن کا ترجمہ مودودی صاحب نے "اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو بھیج دیگا" اور "اللہ عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا" کیا ہے (ملاحظہ ہو رسالہ ختم نبوت ص۴۲-۴۷)

ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات میں مسیح موعود کی آمد کے لئے نازل ہونے، آجانے اور مبعوث کئے جانے کے تین الفاظ وارد ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ یہ تینوں ہم معنی ہیں۔ نزول سے مراد مبعوث ہونا یا بھیجا جانا ہی ہے۔ صرف اعزاز اور اکرام کے لئے بعثت کو نزول سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ عربی زبان میں ہر مہمان کو نزیل کہتے ہیں اور مہمان نوازی کے لئے نُزُل کا لفظ مستعمل ہوتا ہے اور ہر ٹھکانہ منزل کہلاتا ہے۔ کیا مودودی صاحب کی روایات نے خود ہی ان کے نزول کے عقدہ کو حل نہیں کر دیا؟ - اے کاش! مودودی صاحب تدبّر فرمائیں۔

لفظ نزول کے معنوں کے لئے قرآنی شواہد

جناب مودودی صاحب کا فقرہ "وہ پیدا نہیں بلکہ نازل ہوں گے" (ص۴۵) بتلا رہا ہے کہ وہ پیدا ہونے اور نزول میں تضاد اور منافاۃ سمجھتے ہیں مگر اہلِ علم کے نزدیک یہ ان کی ایک سطحی بات ہے - اور قرآن مجید سے ناواقفیت کا نتیجہ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

(۱) انزل لکم من الانعام ثمانیة ازواج (الزمر: ۶) اللہ نے تمہارے لئے جانوروں کے آٹھ نر و مادہ نازل کئے - (۲) یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا (الاعراف: ۲۶) اے آدم زادو! ہم نے تمہارے لئے لباس اُتارا (۳) و انزلنا الحدید فیہ بأس شدید ومنافع للناس (الحدید: ۲۵)، ہم نے لوہا اتارا اس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے لئے منافع ہیں (۴) قد انزل اللہ الیکم ذکرًا رسولًا یتلو علیکم اٰیات اللہ (الطلاق: ۱۱) اللہ نے تمہاری طرف اِس نصیحت کرنے والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اتارا ہے وہ تم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے (۵) و ان مّن

شیٔ اِلّا عندنا خزائنہ وما ننزّلہ اِلّا بقدرٍ معلوم (الحجر: ۲۱) ہر چیز کے خزانے ہمارے پاس ہیں اور ہم اسے معلوم اندازے کے مطابق اتارتے ہیں۔

اِن آیات میں ہر جگہ لفظ نزول استعمال ہوا ہے جانوروں کے لئے، کپڑوں کے لئے، لوہے کے لئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، کائنات کی ہر نعمت کے دیئے جانے کے لئے۔ ظاہر ہے کہ ہر جگہ نزول سے مراد پیدا کرنا اور اعزاز بخشنا ہے۔ آسمان سے اتارنا ہرگز مراد نہیں۔ پس لفظ نزول سے ٹھوکر نہیں کھانی چاہیئے۔

مودودی صاحب کی اپنی تاویلات

روایات کے تعلق میں جناب مودودی صاحب مصر ہیں کہ چونکہ ان میں "عیسیٰ ابن مریم" کا لفظ آگیا ہے اسلئے اس کی کوئی تاویل نہیں ہوگی۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ اُمتِ محمدیہ کے کسی فرد کا نام عیسیٰ نہیں رکھا جا سکتا۔ گویا وہ الفاظِ روایات کو ظاہر پر محمول کرنے کے لئے مصر ہیں لیکن خود انہوں نے اسی کتابچہ میں ان روایات کے متعدد بیانات کی تاویل کی ہے بطور مثال عرض ہے:۔

(۱) مودودی صاحب الفاظِ حدیث کا لفظی ترجمہ کرتے ہیں کہ:۔

"ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر۔ پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے۔"

اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

"صلیب کو توڑنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔" (رسالہ ختم نبوت صلا)

دوسری جگہ کسرِ صلیب کا مطلب یوں بتایا ہے کہ:۔

"عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ کی طرف سے اظہارِ حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی۔" (ص۶۱)

گویا مودودی صاحب نے صلیب اور خنزیر کو ظاہر پر محمول نہیں کیا بلکہ اس کی تاویل کی ہے۔ نیز آنحضرتؐ نے تو صحابہ کرام کو خطاب کرتے ہوئے "تمہارے درمیان" فرمایا تھا۔ مگر مودودی صاحب صحابہ کے مثیل عام مسلمان مراد لے رہے ہیں۔

(۲) یضع الجزیۃ کا لفظی ترجمہ "جزیہ ختم کر دیں گے" لکھنے کے بعد مودودی صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

"دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت ملتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ہی ملتِ اسلام میں شامل ہو جائیں گے۔ اور اس طرح نہ جنگ ہوگی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔" (ختم نبوت صلا)

قارئین کرام مودودی صاحب کی اس تاویل کے ساتھ ساتھ دوسری روایت کے الفاظ "یقاتل الناس علی الاسلام" کا مودودی صاحب کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں:۔

"وہ (مسیحؑ) اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے۔" (ختم نبوت ص۲۴۳) گویا یضع الجزیۃ کی ایسی تاویل کی ہے جو خود دوسری صریح روایت کے بالکل خلاف ہے۔ بایں ہمہ دعویٰ یہ ہے کہ روایات میں تاویل کرنی روا نہیں۔ اور یہ دعویٰ محض اسلئے ہے کہ لفظ "عیسیٰ بن مریم" کی تاویل کر کے اس سے مراد مثیل مسیح نہ قرار دیا جائے۔

مودودی روایات مجموعۂ تعارض و تناقض ہیں

مولانا مودودی نے اپنی ذکر کردہ سب روایات کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہیں" اور وہ "سند کے لحاظ سے قوی تر ہیں" (ص۲۳۵) لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ تعارض و تناقض کا مجموعہ ہیں۔ بطور مثال امور ذیل قابل توجہ ہیں:-

اوّل:- ان اکیس۲۱ روایات میں سے تیرہ۱۳ روایات اس بارے میں بالکل خاموش ہیں کہ حضرت مسیحؑ مسلمانوں کے امام ہوں گے یا نہیں۔ انہیں نماز پڑھائیں گے یا نہیں۔ آٹھ۸ روایتوں میں حضرت مسیحؑ کے امام ہونے یا نہ ہونے کا ذکر ہے۔ یعنی دونوں قسم کے بیان پائے جاتے ہیں۔ حدیث ۵ بروایت مسلم میں لکھا ہے "عیسٰی بن مریم نازل ہو جائیں گے اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے" (ختم نبوت ص۲۴۳) حدیث ۱۲ کے ترجمہ میں مودودی صاحب لکھتے ہیں "جب مسلمان نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوں گے تو ان کی آنکھوں کے سامنے عیسٰی بن مریم اُتر آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے۔" (ص۲۳۵) اس کے برعکس روایت ۸ و ۹ و ۱۵ و ۱۶ میں ذکر ہے کہ مسیحؑ نماز میں امام نہ ہوں گے مسلمانوں کا اپنا امام امامت کرائیگا۔ علاوہ ازیں روایت ۱۹ میں مسیحؑ کے لئے "اماماً عادلاً و حکماً مقسطاً" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور روایت ۷ میں فرمایا ہے "و امامکم منکم" کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم میں سے ہوگا۔"

جب یہ ساری روایات ہی "قوی تر" ہیں اور "معتبر ترین" کتابوں میں وارد ہوئی ہیں تو ان میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟

دوم:- روایت ۷ میں آیا ہے کہ "ان (مسیحؑ) کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی۔ اور وہ ان کی حدِ نظر تک جائے گی ― وہ زندہ نہ بچے گا۔" (ص۲۴۶)

گویا حضرت مسیحؑ کی سانس سے سب کافر مرتے جائیں گے اور آپ کے سانس کے پہنچنے کی حد اس روایت میں اس جگہ تک بیان ہوئی ہے جہاں تک آپ کی نظر جائے گی۔ دوسرے الفاظ میں جن جن کا فروں تک آپ کی نظر پہنچے گی وہ سب ختم ہوتے جائیں گے۔

روایت ۵ و ۹ و ۱۵ میں یہ بھی ذکر ہے کہ دجال حضرت مسیح کو دیکھتے ہی اس طرح پگھل جائیگا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ ان روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ :-

(۱) مسیح نیزہ لیکر دجال کے پیچھے دوڑینگے اور اسے قتل کریں گے۔

(۲) وہ سؤروں کو قتل کریں گے۔

(۳) "وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کرینگے" (ص۴۳)

اگر سانس اور نظر پہنچنے کے مقام تک کافروں کا واقعی صفایا ہوتا جائے گا تو ان ہنگاموں اور اس کشت وخون کی کیا ضرورت ہے، کیا یہ روایات کا کھلا تضاد نہیں ؟

سوم یہ سوال ہے کہ دجال کس مقام پر قتل ہوگا ؟ روایت ۱۶ و ۱۸ سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح فجر کی نماز کے بعد جو دمشق میں ہوگی فی الفور دجال کو قتل کر دینگے۔ لکھا ہے :-

"عیسے علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اسکے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے" (ص۴۱)

کیا دمشق سے ان لوگوں کو بھاگنے کا موقعہ مل سکتا ہے جبکہ لوگ مسیح کے سانس سے مر رہے ہونگے ؟

روایت ۱۰ و ۱۲ و ۱۵ کا مفاد ہے کہ لد کے مشرقی دروازہ پر دجال قتل ہوگا (ص۵۰)

روایت ۲۱ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ :-

"عیسے علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو افیق کی گھاٹی کے قریب ہلاک کر دیگا" (ص۵۲)

دمشق، لد، یا افیق کی گھاٹی میں کوئی تطبیق دیکا سکتے ہیں؟

چہارم حضرت مسیح کے عرصہ قیام کے متعلق صرف تین روایات میں ذکر آیا ہے :-

(الف) "دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امام عادل اور حاکم منصف کی حیثیت سے رہیں گے" (ص۵۲)

(ب) "زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے پھر ان کا انتقال ہو جائے گا" (ص۴۴)

(اس روایت کے لفظ "ثم یتوفی" کا ترجمہ مودودی صاحب نے "پھر ان کا انتقال ہو جائے گا" کیا ہے۔ گویا انہیں اس جگہ توفی بمعنی وفات و انتقال مسلم ہے۔)

(ج) "وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی" (ص۴۷)

روایات تاویل کی متقاضی ہیں

ہمارے مندرجہ بالا سرسری تبصرہ سے عیاں ہے کہ مودودی صاحب کی پیش کردہ روایات کے بعض حصے بالکل نادرست ہیں اور بعض حصوں کی تطبیق کے لئے

تاویل کی اشد ضرورت ہے۔ اِن روایات میں یہ بھی ذکر ہے کہ "درخت پکاریں گے" (ص۱۵) "دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اُٹھیں گی" (ص۱۵) "سورج کا مغرب سے طلوع ہونا" (ص۴۸)

یہ سب باتیں بتارہی ہیں کہ اِن روایات میں تاویل کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ بعض حصوں مثلاً کسرِ صلیب اور قتلِ خنزیر وغیرہ کی تاویل خود مودودی صاحب بھی کر چکے ہیں۔ اندریں صورت بھی مودودی صاحب کا یہ اصرار ہے کہ چونکہ اِن روایات میں مسیح موعود کے لئے ابن مریم یا عیسیٰ کا لفظ بولا گیا ہے اسلئے اسے بہرحال ظاہر پر محمول کیا جائے خواہ کتنے ہی دلائل و قرائن اس کے ظاہر پر محمول کرنے کے خلاف ہوں یقیناً یہ اصرار غیر معقول ہے۔

اب اختلاف سمٹ کر اس بات پر آگیا ہے کہ اِن روایات میں ابن مریم سے مراد موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی میں آنے والے عیسےٰ بن مریم مراد ہیں یا امتِ محمدیہ کا کوئی فرد مراد ہے جسے ابن مریم کا مقام دیا جائے گا اور وہ اسی کام کے لئے آئیگا جس کے لئے پہلے ابن مریم آئے تھے۔

امت کا موعود محمدی مسیح ہے نہ کہ اسرائیلی ابن مریم

روایات کا مجموعی مفاد یہ ہے کہ امتِ محمدیہ کی اصلاح، اسلام کی تجدید و احیاء، دینِ حقیقت کے غلبہ و اشاعت، اسلام کے خلاف فتنوں بالخصوص دجالی فتنہ کے قلع قمع کے لئے ایک موعود امتِ محمدیہ میں آنیوالا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ موعود محمدی مسیح ہے نہ کہ اسرائیلی ابن مریم۔ اپنے اس دعویٰ پر دلائل و شواہد پیش کرنے سے پہلے یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی خبر ایک پیشگوئی ہے۔ پیشگوئیوں میں اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت اخفاء کا ایک پہلو ضرور ہوتا ہے پیشگوئیاں از قبیل متشابہات ہوتی ہیں۔ چونکہ ان میں غیب کی خبر دی جاتی ہے اور مغیبات کے بارے میں قبل از وقت کسی قسم کا اجماع نہیں ہوسکتا، ان کی پوری حقیقت ان کے ظہور سے ہی عیاں ہُوا کرتی ہے سعادت مند وہی ہے جو پیشگوئی کے ظاہر ہونے پر ایمان لائے اور اس کا اپنا قیاس اور اندازہ اس کے ایمان کے راستہ میں روک پیدا نہ ہو۔ مہدی کی احادیث کے متعلق مودودی صاحب کا عقیدہ قابلِ توجہ ہے۔ لکھتے ہیں:-

"میں اِس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفسِ ظہورِ مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔" (رسائل و مسائل)

مذہبی تاریخ کا یہ ایک نمایاں اور زندہ واقعہ ہے کہ یہود کو وعدہ دیا گیا تھا کہ ایلیا دوبارہ ان میں آئیگا۔ بلکہ بائیبل کے الفاظ کے مطابق بظاہر اس کے آسمانوں سے اُترنے کی تصریح موجود تھی۔ مگر حضرت مسیح نے سوال کرنے والے یہودیوں سے فرمایا کہ ایلیا کی آمدِ ثانی یا نزول سے مراد حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کی بعثت ہے ایلیا جسم سمیت آسمانوں سے نہ اُترے گا۔ حضرت مسیح کی

"اِسؔ تاویل" کو الفاظ پرست یہود نے نفرت سے ٹھکرا دیا۔ پھر یہ واقعہ بھی مذہبی تاریخ کا ایک زندہ واقعہ ہے کہ یہود خیال کرتے تھے کہ ان کا مسیح موعود ظاہری بادشاہ ہوگا اور ان کو سلطنت دلائے گا اور زر و جواہر سے ان کے گھر بھر دیگا لیکن جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام غربت اور درویشی کے لباس میں ظاہر ہوئے تو یہود نے ان سے مُنہ پھیر لیا اور انہیں جھوٹا ٹھہرایا۔ مولانا مودودی تحریر کرتے ہیں :-

"ان کی ان توقعات کے خلاف جب
حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خدا کی
طرف سے مسیح ہو کر آئے تو یہودیوں
نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار
کر دیا اور انہیں ہلاک کرنے کے درپے
ہو گئے ۔" (کتابچہ ختم نبوت ص۵۰)

یہود آج تک ماتم کر رہے ہیں اور دیوار گریہ کے پاس روتے ہیں میں انہیں بچشم خود بیت المقدس میں روتے دیکھ چکا ہوں۔ مگر کیا آج تک ایلیا آسمان سے اُترے ؟ کیا بادشاہ مسیح موعود یہود کے لئے ظاہر ہُوا ؟ پس مقام خوف ہے کہ کہیں ہم کمزور و متناقض روایات کے سہارے اس زمانہ میں ظاہر ہونیوالے صادق مسیح موعود کی تکذیب کرنے والے نہ بن جائیں اور ہم پر وہ پیشگوئی پوری نہ ہو جائے کہ امت محمدیہ طابق النعل بالنعل امتِ موسویہ کی پیروی کرے گی ۔ اس صورت میں جس طرح یہود قیامت کے دن اپنی "روایات" اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کر کے عہدہ برآ نہ ہو سکیں گے اسی طرح مسلمان کہلانے والے بھی اپنی "روایات" پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ نہ سکیں گے ۔ (اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسی غلطی اور ایسی گرفت سے محفوظ رکھے۔ آمین)

ہمارے پاس اس دعویٰ پر کہ امت کا مسیح موعود محمدیؐ ہے نہ کہ اسرائیلی۔ چار ثبوت ہیں جن کا مختصر ذکر درج ذیل ہے :-

پہلا ثبوت | قرآن مجید بالصراحت بتا رہا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں سورہ مائدہ کے آخری رکوع میں ذکر ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کیا جائے گا کہ ان تثلیث پرستوں کو تُو نے کہا تھا کہ وہ اللہ کے علاوہ تجھے اور تیری والدہ کو بھی دو خدا مانیں تو حضرت عیسیٰؑ واشگاف الفاظ میں عرض کرینگے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ خدایا! میں تو جب تک ان میں موجود تھا ان پر نگران رہا (میری موجودگی میں انہوں نے تثلیث کا عقیدہ اختیار نہیں کیا) بعد ازاں جب آپ نے مجھے وفات دیدی تو آپ ہی انکے نگہبان تھے (مجھے کچھ علم نہیں)

اس بیان سے واضح ہے کہ حضرت مسیحؑ کی موجودگی میں نصاریٰ میں عقیدہ تثلیث نہیں پھیلا۔ اور حضرت مسیحؑ نصاریٰ [illegible] الگ ہوئے ہیں یعنی وفات پا کر۔ پس اس آیت سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔ آیت نے دو ہی زمانے بتائے ہیں۔ یا تو حضرت مسیحؑ عیسائیوں میں موجود اور انکے

نگران ہوں اور یا پھر متوفی ہوں (یاد رہے کہ مودودی صاحب نے روایت ملا کے الفاظ ثمّ یتوفّی فیصلّی علیہ المسلمون میں توفّی سے مراد موت ہی لی ہے (صلالہ) ظاہر ہے کہ مسیح نصاریٰ میں موجود نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح وفات پا گئے ہیں۔

اس آیت سے وفات مسیح کے علاوہ یہ امر بھی بوضاحت ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ دوبارہ اس دنیا میں ہرگز آنے والے نہیں۔ اور یہ جو "روایات" میں کسر صلیب کرنے اور مسیحیوں کو موحّد بنانے کا ذکر ہے وہ آپ نے خود نہیں بلکہ آپ کے کسی مثیل نے کرنا ہے ورنہ حضرت مسیح قیامت کے دن یہ کس طرح کہیں گے کہ خدایا! جب تُو نے مجھے وفات دیدی تو تُو ہی نگہبان اور حالات کو جاننے والا تھا مجھے پتہ نہیں؟ کیا ایسا بیان کتمان حقیقت بلکہ صریح دروغ نہ کہلائیگا (معاذ اللہ)؟ پس یہ آیت حضرت مسیح کی وفات اور ان کے دوبارہ دنیا میں نہ آنے پر قطعیۃ الدلالت نص ہے۔

توفی کے معنے وفات اور موت ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ متوفیک کے معنے حضرت ابن عباسؓ نے ممیتک کئے ہیں (بخاری کتاب التفسیر) اور اب تو مفتی دیار مصریہ شیخ الازہر علامہ محمود شلتوت صاف کہہ چکے ہیں کہ توفی کے معنے موت ہیں۔ اور قرآن مجید سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہے۔ (کتاب الفتاویٰ مطبوعہ مصر)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح اعلان فرما چکے ہیں "اِنَّ عیسٰی بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ رواہ الطبرانی [له] (التحفۃ السنیۃ صلا۲۳ و حجج الکرامہ ص۴۲۸) کہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک سو بیس [۱۲۰] سال عمر پائی تھی۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرائیلی مسیح کا حلیہ یوں فرمایا اَحْمَرُ جَعْدٌ کہ اس کا رنگ سُرخ ہے اور اس کے بال گھنگریالے ہیں (صحیح مسلم مطبوعہ مصر جلد ۱ صفحہ ۸۰-۸۱) اور آنے والے یعنی محمدی مسیح کے حلیہ میں فرمایا آدم سبط الرأس کہ اس کا رنگ گندمی ہے اور بال سیدھے ہیں (صحیح مسلم جلد ۱ ص۸۰) گویا صاف بتا دیا کہ اسرائیلی مسیح اور ہے اور محمدی مسیح اور۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے موقعہ پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آنے والے سب نبی وفات پا چکے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آیت قرآنی وما محمّد اِلّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل سے استدلال فرمایا کہ جب پہلے کے سب رسول وفات پا چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تعجب کیوں کرتے ہو؟ سب صحابہ نے غم اور اندوہ کے جذبات سے معمور ہو کر خاموشی سے اسے تسلیم کر لیا۔

الغرض قرآن مجید کی آیات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابہ کے اجماع سے قطعی طور پر ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہیں۔ اور وفات یافتہ شخص دوبارہ دنیا میں نہیں آ سکتا۔ اسلئے

[له] یہ روایت تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ و مواہب اللدنیہ جلد ۱ صفحہ ۴۲ پر بھی درج ہے۔

ماننا پڑے گا کہ روایات میں آنے والے کا نام ابن مریم مجازاً ہے، درحقیقت وہ اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ حلیے بتا کر بھی صراحت فرما دی ہے کہ پہلا مسیح اور تھا اور آنے والا مسیح اَور ہے۔ ایک نام کے تو متعدد اشخاص ہو سکتے ہیں مگر دو مختلف حلیے ایک شخص کے نہیں ہو سکتے۔

دوسرا ثبوت قرآن مجید فرماتا ہے وعد اللہ الّذین اٰمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الّذین من قبلھم (النور: ۵۵) کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں اور عمل صالح بجا لانے والے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ زمین میں ان میں سے ہی ایسے خلیفے مقرر کرتا رہے گا جیسا کہ اس نے پہلے لوگوں میں سے خلیفے بنائے تھے۔" امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

کما استخلف ھارون ویوشع وداؤد وسلیمان وتقدیر النظم لیستخلفنّھم استخلافاً کاستخلاف من قبلھم من ھؤلاء الانبیاء علیھم السلام۔ (تفسیر کبیر جلد ۶ ص۴۲۹)

کہ اللہ اسی طرح خلیفے بنائیگا جس طرح اس نے ہارونؑ، یوشعؑ، داؤدؑ اور سلیمانؑ کو خلیفہ بنایا تھا مسلمانوں میں اسی طرح خلیفے ہوں گے جس طرح پہلے لوگوں میں یہ انبیاء علیہم السلام خلیفے تھے۔"

اس آیتِ قرآنی میں بطور نصِ صریح فرمایا ہے کہ امّتِ محمدیہ کے سب خلفاء مسلمانوں میں سے ہوں گے۔ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ کوئی شخص خلیفہ تو امّتِ محمدیہ میں مقرر ہو مگر ہو وہ اسرائیلی یا کسی اَور قوم و مذہب کا فرد۔

اب بات صاف ہے کہ آنے والے ابن مریم کے متعلق مسلّم بین الفریقین ہے کہ :-

"وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہوں گے۔" (ختم نبوت ص۲۹)

اور آیتِ استخلاف کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب خلفاء آپ کی امّت میں سے ہیں۔ اسلئے ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم اسرائیلی نہیں بلکہ امّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے وھو المراد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں آنے والے موعود کو اس کی صفات اور اس کے کام کے لحاظ سے ابن مریم قرار دیا وہاں ساتھ ہی اسے مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے پیدا ہونے والا قرار دیا ہے۔ فرمایا کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم منکم (صحیح مسلم جلد ۲ ص۲۱ مطبوعہ مصر) گویا بتا دیا کہ آیت استخلاف میں جو وعدۂ الٰہی "منکم" ہے اور جس کے مطابق سب خلیفے مسلمانوں میں سے ہونے چاہئیں اسی کے مطابق آنے والا ابن مریم بھی میرا خلیفہ ہوگا۔ وہ تمہارا امام ہوگا۔ "منکم" وہ تم مسلمانوں میں سے ہوگا کسی اَور قوم میں سے نہ آئے گا۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

تیسرا ثبوت احادیث نبویہ صاف صاف بتا رہی ہیں کہ مہدی موعود اور ابن مریم ایک وجود ہے۔ مسیح ہی امام مہدی ہے اور امام مہدی ہی مسیح موعود ہے۔ احادیث میں دونوں کا ایک ہی حلیہ درج ہے، ایک ہی کام، اور نصب العین بیان ہوا ہے۔ خدا ترس انسان احادیث پر مجموعی نظر ڈالنے کے بعد اسی نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آنے والا مہدی اور مسیح ایک ہی وجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر آنے والے مسیح موعود کو امام مہدی قرار دیا ہے فرمایا :-

"یوشک من عاش منکم ان یلقی عیسی بن مریم اماماً مہدیاً وحکماً عادلاً۔"
(مسند احمد بن حنبل)

کہ جو زندہ رہے گا وہ عیسےٰ بن مریم کو ملے گا جو امام مہدی اور حکم عادل ہوگا۔"

طبرانی میں لکھا ہے :-

ینزل عیسی بن مریم مصدقاً بمحمدٍ علیٰ ملتہ اماماً مہدیاً

کہ آنے والا ابن مریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر اور آپ کا مصدق ہوگا وہ امام مہدی ہوگا۔

ایک اور حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا :-

ولا المہدی الّا عیسی ابن مریم
(ابن ماجہ)

کہ مہدی نہیں مگر ابن مریم۔

ان احادیث کی بنا پر امت کا ایک معتدبہ حصہ یہی مانتا رہا ہے کہ ابن مریم اور مہدی ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ حافظ ابن قیمؒ نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں۔ لکھا ہے :-

"یکے آنکہ مہدی مسیح ابن مریم است و در حقیقت مہدی اوست۔"
(حجج الکرامہ صفحہ ۲)

کہ مہدی کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مہدی ابن مریم ہی ہے اور درحقیقت وہی مہدی ہے۔"

الشیخ صابری نے صوفیاء امت کا قول یوں ذکر کیا ہے :-

"و بعضے برآنند کہ روح عیسٰی در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث کہ لا مہدی الّا عیسی ابن مریم۔"
(اقتباس الانوار صفحہ ۵۲)

کہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ روح عیسوی مہدی میں بطور بروز ظہور کریگی اور لفظ نزول سے یہی بروز مراد ہے۔ ان لوگوں کا نظریہ حدیث لا مہدی الّا عیسیٰ کے مطابق ہے۔"

پس جب مسیح اور مہدی ایک ہے اور مہدی کے متعلق

بالاتفاق مسلّم ہے کہ وہ اُمّتِ محمدیہ میں سے ہے۔ لہٰذا ماننا پڑے گا کہ آنے والا ابن مریم بھی مسلمانوں میں سے ہے اسرائیلی نہیں ہے۔

چوتھا ثبوت قرآن مجید نے مسلمانوں کو خیر اُمّت قرار دیا ہے۔ کُنتم خیر اُمّۃٍ اُخرجت للنّاس (آل عمران: ۱۱۰) اُمّیین اور اٰخرین کے دو دَور بتا کر ہر دو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوّتِ قدسیہ کو کام کرنے والا بتایا ہے۔ (سورۃ الجمعہ ع) اسلئے اُمّتِ محمدیہ کے بلند مقام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوضِ قدسیہ کا تقاضا ہے کہ آنے والا ابن مریم اُمّت میں سے آئے۔ یہ تو مناسب نہیں کہ یہود و نصاریٰ کے نقشِ قدم پر چلنے والے تو اُمّتِ محمدیہ میں سے ہوں اور اصلاح کرنے والا ابن مریم باہر سے آوے۔ یہ عقل اور ذوقِ سلیم کے سمجھنے کی بات ہے۔

الغرض جب یہ طے ہو گیا کہ مسیح بن مریم اسرائیلی وفات پا گئے ہیں وہ آنے والے نہیں ہیں اور آنے والا موعود اُمّتِ محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے اور وہ آچکا ہے، عین چودھویں صدی کے سر پر مسیح موسوی کے زمانہ کے مطابق ظہور فرما چکا ہے۔ تو "روایات" کی غلط تعبیریں کر کے ٹھوکر کھانا درست نہیں بلکہ اس موعود پر ایمان لانے اور اس کی اطاعت کرنے میں ہی سعادت سمجھنی چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے مسیح موعود ہونے پر ایمان لانے والوں کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے ؎

مبارک وہ جو اَب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

روایات کے متعلق مودودی صاحب کے "زرّیں اقوال" ہم یہ بے انصافی نہیں کر سکتے کہ اس فصل کو ختم کرنے سے پہلے جناب مولانا مودودی صاحب کے ان زرّیں اقوال کو نقل نہ کریں جو آپ نے بڑے غور و فکر کے بعد روایات کے بارے میں لکھے ہیں۔ تحریر کرتے ہیں:۔

(۱) آیاتِ قرآنی کے منزل من اللہ ہونے میں تو کسی شک کی گنجائش ہی نہیں۔ بخلاف اس کے روایات میں اس شک کی گنجائش موجود ہے کہ جس قول یا فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ واقعی حضور کا ہے یا نہیں۔"
(رسائل و مسائل صفحہ ۲۷۰)

(۲) "میں نے جہاں تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں پر غور کیا ہے ان کا انداز یہ نہیں ہوتا کہ کسی آنے والی چیز کی علامات و تفصیلات اس طریقے سے کبھی آپ نے بیان کی ہوں جس طرح ظہور مہدی کی احادیث میں پائی جاتی ہیں۔" (رسائل و مسائل صفحہ ۹۵)

(۳) "میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ نفسِ ظہور مہدی کی خبر کی حد تک تو یہ روایات

صحیح ہیں لیکن تفصیلی علامات کا بیشتر بیان غالباً وضعی ہے۔" (رسائل و مسائل صفحہ ۹۲)

(۴) "حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی موقعہ باقی نہ رہے حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے۔ اب یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی اس سنّت کو صرف امام مہدی کے معاملہ ہی میں بدل دے گا اور ان کی بیعت کے وقت آسمان سے منادی کرائے گا کہ لوگو! یہ ہمارا خلیفہ مہدی ہے اس کی سنو اور اطاعت کرو۔" (ترجمان القرآن جون ۱۹۴۶ء)

معزز قارئین! اب ہمارے لئے صرف اتنی ہی بات کہنے والی باقی ہے کہ مولانا ان زریں اصولوں کے مطابق اپنے کتابچہ ختم نبوّت کی "اکیس روایات" پر بھی خداترسی سے نظر کریں۔ پھر آخری قول میں جس سنّت الٰہیہ کا ذکر آپ نے خود فرمایا اس کو مدنظر رکھ کر بتائیں کہ ابن مریم کو سب لوگوں کے سامنے آسمانوں سے فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتارنا کیا اس سنّت کے مطابق ہے۔ مہدی کے لئے تو آسمان سے آواز آنا بھی حکمتِ خداوندی کے خلاف ہو مگر ابن مریم کا سارے جسم سمیت آسمانوں سے سب کے سامنے اُترنا حکمتِ خداوندی کے مطابق؟

ع

این چہ بوالعجبی است

فصل نہم

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی؟

ایک معقول سوال جناب مودودی صاحب نے ایک نہایت معقول سوال اٹھایا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوّت کی کونسی ضرورت باقی ہے؟ اس سوال کے حل ہونے سے ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبوّت کی جتنی ضرورتیں متصوّر ہیں ان میں سے کوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی تو بلاشبہ مودودی صاحب کا موقف درست ہوگا لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور آپ کی شریعتِ کاملہ کے بعد بھی غیر تشریعی یا اُمتی نبوّت کی کوئی ضرورت باقی ہے تو پھر مودودی صاحب کا دعویٰ غلط قرار پائے گا اور جماعتِ احمدیہ کا موقف درست۔

ہوگا۔

اب ہم ذیل میں مودودی صاحب کے بیانات اور اشکالات کو **قولہ** کے ساتھ ذکر کرکے **اقول** کے ساتھ اپنے جوابات عرض کرتے ہیں :-

(۱) کیا منصبِ نبوت انعامِ الٰہی نہیں؟

قولہ "نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عمل صالح میں ترقی کرکے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو بلکہ یہ ایک منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لئے مامور کیا جاتا ہے اور جب ضرورت نہیں ہوتی یا باقی نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔" (ختم نبوت ص۲۴۵)

اقول - نبوت بلاشبہ ایک منصب ہے اور یہ بھی درست ہے کہ جب ضرورت داعی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ خود نبی مبعوث فرماتا ہے لیکن مولانا کا یہ بیان درست نہیں کہ منصبِ نبوت کا ملنا انعامِ الٰہی نہیں۔ یہ بیان نصِ قرآنی وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ (المائدہ: ۲۰) کے صریح خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نبوت اور بادشاہت کو قومی انعام قرار دیا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ ضرورت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کیا کرتا ہے۔ نبوت پر ایمان سے گریزاں انسان تو ہمیشہ بتاتے رہتے ہیں (۱) لن یبعث اللّٰہ من بعدہٖ رسولاً (المؤمن: ۳۴) - (۲) لن یبعث اللّٰہ احداً (الجن: ۷) کہ اب اس نبی کے بعد کوئی رسول نہ آسکے گا۔ اب خدا کسی کو مبعوث نہ کرے گا۔" مگر اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں ضرورت کے مطابق نبی مبعوث فرماتا رہا ہے۔

نبوت کی چار ضرورتیں

قولہ "صرف چار حالتیں ایسی ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اسلئے ہو کہ اس میں پہلے کوئی نبی نہ آیا تھا ... دوم ... پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو یا اس میں تحریف ہوگئی ہو۔ سوم یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعہ مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو ... چہارم یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ایک اور نبی کی ضرورت ہو۔" (ختم نبوت ص۲۴۴-۲۴۵)

اقول - اگرچہ مولانا نے اپنے بیان کی تائید میں قرآن مجید کی کوئی آیت پیش نہیں کی تاہم ان ضرورتوں کے بارے میں اختلاف کرنے کی کوئی حاجت نہیں البتہ ساری ضرورتیں یہی نہیں اسلئے اس موقعہ پر کلمہ حصر "صرف" کا استعمال درست نہیں - نیز چوتھی قسم میں "نبی کے ساتھ" کے علاوہ "نبی کے بعد" کا لفظ بھی ہونا ضروری ہے "نبی کی مدد" سے مراد اس کے مشن اور اس کی لائی ہوئی شریعت کا نفاذ کرانا ہے یا سابق نبی کی اُمت کی اصلاح ہے - اس مدد کے لئے بعد میں بھی نبی آتے رہے ہیں۔

تین ضرورتوں کے ختم ہونے پر اتفاق

قولہ "حضورؐ کو تمام دُنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا گیا ... حضورؐ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے - اس میں کوئی تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے ... حضور کے ذریعہ سے دین کی تکمیل کر دی گئی ہے لہذا تکمیل دین کے لئے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا"

اقول - یہ تینوں باتیں مسلّم ہیں - بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے ہیں - قرآن مجید کامل شریعت اور محفوظ کتاب ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ علماء نے قرآن پاک کی تفاسیر میں بہت سی غلط باتیں داخل کر دی ہیں جن کے ازالہ کی اشد ضرورت ہے - اس

صاحب شریعت نبی یا مستقل نبی کے آنے کی اب ضرورت باقی نہیں ہے -

مدد کے لئے نبی کی ضرورت

قولہ "اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت - تو اگر اس کے لئے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضورؐ کے زمانے میں آپ کے ساتھ مقرر کیا جاتا - ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ وجہ بھی ساقط ہو گئی" (ص۳۶)

اقول - یہ واضح بات ہے کہ نبی کے مشن کے چلانے اور اس کی شریعت پر لوگوں کو عمل پیرا کرنے کیلئے اصل ضرورت نبی کے بعد پیدا ہوتی ہے اسلئے آئندہ ظاہر ہونے والے نبی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے "ساتھ" کس طرح مقرر کیا جا سکتا تھا؟ البتہ آنے والے کے لئے قرآنی آیات میں ذکر ہو چکا ہے - لسانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمومی ذکر بھی آیا ہے - مثلاً فرمایا "ابوبکر افضل ھذہ الامۃ اِلّا ان یکون نبیّ" (دیلمی بحوالہ کنوز الحقائق مرتبہ امام مناوی طبع مصر ص۴) اور "ابوبکر خیر النّاس اِلّا ان یکون نبیّ" (طبرانی کبیر و کامل ابن عدی بحوالہ جامع الصغیر مرتبہ امام سیوطی طبع مصر ص۵) کہ حضرت ابوبکرؓ اس امت کے افضل اور بہترین انسان ہیں سوائے اس کے کہ بعد میں کوئی نبی پیدا ہو جائے"

اور خصوصی ذکر یوں ہوا کہ مسیح موعود کے لئے چار
مرتبہ "نبی اللہ" صحیح مسلم میں وارد ہوا ہے۔

کیا محض اصلاح کے لئے نبی نہیں آسکتے؟

قولہ:- "اب ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ پانچویں وجہ کونسی ہے جس کے لئے آپ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اسلئے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لئے وہ آئے؟" (ختم نبوت ص۱۳)

اقول:- آپ کو قوم کا بگاڑ اور اس کی اصلاح کی ضرورت تو مسلّم ہے مگر آپ کا سوال یہ ہے کہ محض اصلاح کے لئے نبی دنیا میں کب آیا ہے؟ "گویا اگر یہ ثابت ہو جائے کہ پہلے کبھی نبی محض اصلاح کے لئے بھی آیا ہے نیا پیغام دینا اس کا مقصد نہ تھا، پچھلے پیغام کی تکمیل بھی اس کا نصب العین نہ تھا اور نہ ہی وہ پہلی شریعت کو تحریفات سے پاک کرنے آیا تھا بلکہ وہ صرف اصلاح کے لئے آیا تھا اور سابقہ شریعت کا نفاذ اس کا نصب العین تھا۔ اگر ایسا ثابت ہو جائے تو آپ کے نزدیک جائز ہوگا کہ اب بھی محض اصلاح کے لئے نبی آجائے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنّا انزلنا التوراۃ فیہا ھدًی ونور یحکم بہا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا (المائدہ:۴۴) کہ ہم نے تورات کو نازل کیا اس میں ہدایت اور نور موجود تھا۔ تورات کے تابع انبیاء یہود کے لئے تورات کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔" بخاری شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔کہ "بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ **جب کوئی نبی مرجاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا**" (کتابچہ ختم نبوت ص۱۲)

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی تحریر فرماتے ہیں :-

"حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک جتنے نبی ہوئے سب تورات ہی پر عمل کرتے رہے" (ہدیۃ الشیعہ ص۲)

بنی اسرائیل کے پے در پے نبی ایک ہی قوم میں آتے رہے۔ وہ کوئی نئی شریعت نہ لاتے اور نہ ہی تحریفات دور کرنے کے لئے آتے کیونکہ تورات میں اس وقت ہدایت و نور موجود تھا۔ اور وہ اسی کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ حضرت مسیح جن کے بارے میں اختلاف ہے ان کا بھی انجیل میں یہی قول ہے کہ:-

"فقیہہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن انکے سے

کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔" (متی ۲۳/۲)

پس معلوم ہوا کہ یہ انبیاء محض اصلاح کے لئے آئے تھے اور ان کا نصب العین موسوی شریعت کا نفاذ تھا۔

ہماری تائید میں ایک تازہ حوالہ

اس سلسلہ میں "جماعت اہلحدیث کے ترجمان" ہفت روزہ الاعتصام لاہور کا ایک تازہ ترین حوالہ بھی قابلِ توجہ ہے۔ احادیث کے قلم بند نہ کئے جانے کے سلسلہ میں مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:-

"ان ہزاروں انبیاء کے بارہ میں کیا کہا جائے گا جنہیں سرے سے کسی کتاب سے بہرہ مند ہی نہیں کیا گیا بلکہ جن کی نبوت کا دارو مدار صرف ان کے اونچے کردار اور مصلحانہ عمل ہی پر استوار ہے اور جو صرف منذرین و مبشرین[1] کے زمرہ میں شمار ہونے کے لائق ہیں کیا ان کو نبی تسلیم نہیں کیا جائے گا؟"

(الاعتصام ۳۰ مارچ ۱۹۶۲ء)

اب تو مولانا مودودی صاحب کو تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ بہت سے بلکہ ہزاروں انبیاء محض قوم کی اصلاح کیلئے آئے تھے اور ان کی نبوت کا دارو مدار صرف ان کے اونچے کردار اور مصلحانہ عمل ہی پر استوار تھا۔ قوم کا بگاڑ آپ کو مسلّم ہے اور بہت سے انبیاء کا محض اصلاح کے لئے مبعوث ہونا ثابت شدہ حقیقت ہے۔ اب فرمائیے کہ آپ ضرورت نبوت سے کیونکر انکار کر سکیں گے؟

نبوت مسلمانوں کے دل کی آواز ہے

امت میں یہ عقیدہ مسلسل چلا آیا ہے کہ آخری زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ ثانیہ کے طور پر امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ آنے والے موعود کو مفسرین نے آیت ھو الذی ارسل رسولہٗ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّہٖ کا مصداق قرار دیا ہے۔ مسیح موعود کی آمد کا عقیدہ بھی امت میں جاری و ساری رہا ہے۔ مودودی صاحب ایسے چند شاذ افراد کو مستثنیٰ کر کے مسلمانوں کا عمومی عقیدہ یہی چلا آیا ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہے۔ خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے موعود کو چار مرتبہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ بے شک اب تکمیلِ دین کے لئے نبی کی ضرورت نہیں مگر تکمیلِ اشاعتِ دین کا کام بھی نبی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مودودی صاحب نے "اقامتِ دین کی تحریک" ادھر کو کر کے جو تجربہ کیا اور جسے مسلمانوں کے دل کی آواز کہنا چاہئے اسے خود مودودی صاحب کے الفاظ میں پڑھیئے لکھتے ہیں:-

"اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کے لئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے

---

[1] الفرقان:- اس سے حدیث لم یبق من النبوۃ الّا المبشرات کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

ہیں جو ان میں سے ایک ایک شخص کے تصور کمال کا مجسمہ ہو اور جس کے سارے پہلو قوی سے قوی ہوں۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں۔ اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے دے تو اس کی زبان گدی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اندر سے ان کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں ہیں۔"

(ترجمان القرآن دسمبر و جنوری ۴۲-۱۳۴۳ء صفحہ ۳۰۹)

گویا ضرورتِ نبوت کو سب مانتے ہیں۔ محض زبان سے بیزار و انکار کریں مگر دل ہمارے ساتھ ہیں۔ مودودی صاحب تو انبیاء کی بعثت سے بیزار نظر آتے ہیں تاکہ انہیں ان پر ایمان نہ لانا پڑے۔ مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کتنے پیارے الفاظ میں فرماتے ہیں:۔

"کاش کہ خداوند کے سارے بندے نبی ہوتے۔" (گنتی $\frac{11}{29}$)

فصل دہم

جناب مودودی صاحب کے "امورِ متفرقہ" پر ایک نظر

(۱) کفر و ایمان کی کشمکش

قولہ۔ "یہ تفریق (نبی کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی) اس حالت میں تو ناگزیر ہے جبکہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دے۔" (کتابچہ ختم نبوت صفحہ ۲۵)

اقول۔ نبی کے بھیجے جانے کی ضرورت پر گزشتہ فصل میں بحث ہو چکی ہے۔ بقول مودودی صاحب ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ تو کفر و ایمان کی کشمکش پیدا کرنا روا رہا ہے مگر اب مودودی صاحب کے زمانہ میں یہ کشمکش کیوں پیدا کی جائے؟ جواب: جب ضرورت محقق ثابت ہے تو یہ "کشمکش" بھی بقول آنجناب ناگزیر ہے۔ کیا بنی اسرائیل کا کیا تصور تھا کہ ان میں نبی کے بعد نبی آتے رہے

اور بقول مولانا مودودی انہیں خواہ مخواہ کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کیا گیا اور انہیں کبھی ایک امت نہ بننے دیا گیا؟ آج جن لوگوں کو نبی کے آنے پر "کشمکش" سے بچانے کے لئے مودودی صاحب کوشاں ہیں۔ ان کے متعلق لکھتے ہیں:-

"یہ انبوہِ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اسکے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطۂ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے اسلئے یہ مسلمان ہیں"

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص۱۱۵)

فرمائیے کیا ان حالات میں دشمنانِ اسلام کے حملوں کے دفاع کرنے اور آسمانی نشانوں کے ذریعہ نام کے مسلمانوں کو حقیقی مسلمان بنانے کے لئے امتی نبی کی ضرورت نہیں؟

(۲) "مشترک معاشرہ" اور نبوتِ غیر تشریعی

قولہ: "ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی بھیجی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لیگا اور دوسرا گروہ اس کے ماخذِ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہوگا۔ اس بنا پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہوگا۔" (ختم نبوت ص۳۷)

اقول: قوموں کے جذبات کو ابھارنے کا یہ پرانا طریقہ ہے جو انبیاء کے ہوشیار مخالف ہمیشہ اختیار کرتے آئے ہیں مگر غیر تشریعی اور امتی نبوت کے تعلق میں یہ حربہ بالکل غیر موثر ہے کیونکہ امتی نبی کی وحی ماخذِ قانون یا تشریعی وحی نہیں ہوتی۔ اسلئے غیر تشریعی نبی کے آنے سے مشترک معاشرہ کے عقلاً ناممکن ہو جانے پر کوئی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے حضرت مسیح ناصریؑ نے اپنے حواریوں سے صاف فرما دیا تھا کہ:-

"فقیہہ اور فریسی موسٰی کی گدی پر بیٹھے ہیں پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔" (متی ۲۳/۲)

گویا فرمایا کہ جہاں تک ماخذِ قانون کا تعلق ہے ہمارا اور یہودی علماء کا اختلاف نہیں۔ ہم ایک ہی "برادری" کے فرد ہیں مگر عمل اور بے عملی کا ضرور اختلاف ہے۔

یہ تو انبیاء کرام کا موقف ہوتا ہے، وہ از خود قوم سے الگ نہیں ہوتے۔ ڈاکٹر روٹھ کر اگر بیماروں سے دور جا بیٹھے تو وہ علاج کس طرح کر سکتا ہے؟ مگر ہوتا یہ ہے کہ نبی (خواہ وہ غیر تشریعی ہی کیوں نہ ہو) کے آنے پر اس وقت کے علماء آیتِ قرآنی فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ (المومن: ۸۳) کے مطابق سخت متکبرانہ انداز اختیار کر کے نبی اور اس کے غریب متبعین کو دھتکار دیتے ہیں، ان پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، انہیں سنگسار کرتے اور جلا وطن کرتے ہیں گویا وہ خود "مشترک معاشرہ" کو ناممکن بنا دیتے ہیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نبی اور اسکے ماننے والوں کو کچھ استحکام عطا کرتا ہے تو یہی علماء بھیڑیوں کے لباس میں آ کر شور مچاتے ہیں کہ اس نبی نے آ کر تو ہمارے معاشرے میں فساد پیدا کر دیا ہے حالانکہ فساد پیدا کرنے والے

وہ علماء خود ہوتے ہیں۔ دانستیا زوں کے خلاف سدا ہی ایسا ہوتا رہا ہے۔

مولانا مودودی نے جماعت احمدیہ کے خلاف "معاشرہ" کے سوال کو بے حد اُبھارنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ سوال محض بے بنیاد ہے۔ امتی نبی کوئی نیا قانون نہیں لاتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قانون اور آپ کی شریعت قرآن مجید ہے۔ جب ماخذِ قانون ایک ہے تو مشترک معاشرہ کیونکر ناممکن ہے۔ باقی جہاں بدنیتی ہوتی ہے جیسا کہ آجکل کے فتوی باز علماء کا شیوہ ہے تو وہاں تو کسی طرح بھی مشترک معاشرہ کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ مودودی صاحب خود لکھتے ہیں :-

"عام طور پر مسلمانوں کے مختلف گروہوں
کے درمیان بحثوں اور مناظروں اور تنازعوں
نے یہ کیفیت پیدا کر دی ہے کہ ہر گروہ دوسر
کو گمراہ ٹھہرانے اور اس سے دُور بھاگنے
کے لئے دلیلیں ڈھونڈتا ہے اور بات
بات پر فرقے بنتے ہیں۔ مسجدیں الگ
ہوتی ہیں اور شادی بیاہ کے تعلقات
منقطع ہوتے ہیں"

(رسائل و مسائل ص۲۵ و ص۲۵)

ہاں ایک اور قیمتی بات "مشترک معاشرہ" کے سلسلہ میں مولانا مودودی صاحب یہ فرما چکے ہیں کہ :-

"فاجرین اور صالحین کے ساتھ
بیک وقت تعلق نہیں رکھا

جا سکتا" (رسائل و مسائل ص۲۵)

(۳) بر سر عدالت ریکارڈ لانے کی بات

قولہ :- "اگر بفرض محال نبوت کا دروازہ واقعی کھلا بھی ہوا اور کوئی نبی آبھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بازپرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ خود بر سر عدالت لا کر رکھ دیں گے" (ص۲۳)

اقول :- کیا یہی "جرأت مندانہ اقدام" یہودی نہیں اٹھا سکتے؟ ان کے علماء بھی کہتے پھرتے ہیں کہ اگر قیامت کے دن ہم سے بازپرس ہوئی تو ہم خدا کی کتاب (۲-سلاطین ۲/۱۱ اور ملاکی ۴/۵) بر سر عدالت لا کر رکھ دیں گے اور کہیں گے کہ خدایا! تُو نے خود فرما دیا تھا کہ سچے مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا دوبارہ آئے گا اور وہ آسمان پر ہے۔ پس ایلیا کے آسمان سے اُترنے کے بغیر ہم مسیح ابن مریم کو کس طرح سچا مان لیتے؟ اگر ہم گمراہ ہوئے ہیں تو ذمہ داری آپ پر ہی ہے۔

جناب مودودی صاحب! قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہے وہاں عالمانہ چالاکیوں سے کام نہیں چل سکتا۔ خدا کی پاک کتاب قرآن مجید کی نصوص کے مقابلہ میں روایات و احادیث کو تاویلی معنے دیکر پکڑے رکھنا اور انہیں قرآن کے تابع نہ کرنا کسی طرح تقویٰ شعاری یا مجبوری نہیں کہا جا سکتا۔ آپ بھول رہے ہیں خدا در نواحش دور رفتی سے کام لیکر دعائیں کریں تا اللہ تعالیٰ حق

خاتمہ

مسئلۂ فلسطین کے بارے میں مودودی صاحب کی پالیسی

دجّالی فتنہ کے استیصال اور غلبۂ اسلام کی ایمان افروز بشارت!

مسئلۂ فلسطین کے بارے میں مودودی صاحب کی پالیسی

ایک لمبے عرصہ سے مغربی طاقتیں یہودی سلطنت (اسرائیل) کے لئے منصوبے بنا رہی تھیں اور یہود بھی رات دن اس تگ و دو میں لگے ہوئے تھے کہ ہمیں فلسطین اور اس کے ماحول میں ایک وسیع اسرائیلی سلطنت قائم کرنے کا موقعہ مل جائے۔ انہوں نے اپنی اس مجوزہ سلطنت کا وہ نقشہ بھی شائع کر دیا تھا جسے اب گزشتہ ماہ مودودی صاحب نے ایک خاص مقصد کے لئے اپنے کتابچہ "ختم نبوت" کے صفحہ ۶ پر شائع کیا ہے۔

یہود کے ان [illegible] برطانیہ اور امریکہ کی یہودی سلطنت کے قیام کے لئے ان سازشوں سے عالم اسلام عرصہ دراز سے مضطرب و بے چین تھا۔ اس کے خلاف تمام مسلمانوں نے احتجاج کیا۔ مگر جناب مودودی صاحب اور ان کی "اسلامی جماعت" اس بارے میں بالکل خاموش رہی۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں مودودی صاحب نے "قضیۂ فلسطین میں جماعت کا رویّہ" کے عنوان سے لکھا کہ:-

"بعض اصحاب پوچھتے ہیں کہ فلسطین کی سیاست میں امریکہ اور برطانیہ کی خود غرضی اور اسلام دشمنی کے نتائج آشکارا ہیں جماعت اسلامی نے اس معاملہ میں کبھی اپنی پالیسی کا اظہار کیوں نہیں کیا؟"

اس سوال کے جواب میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ:-

"ہم وقتی مسائل کو اتنی اہمیت نہیں دیتے کہ اپنے اصل کام کو چھوڑ کر ان کے پیچھے پڑ جائیں۔"

پھر دنیا کے مسلمانوں کی اس معاملہ کے سلسلہ میں تائید کرنے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ:-

"ہمارے نزدیک اصل مسئلہ فلسطین یا ہندوستان یا ایران یا ٹرکی کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ کفر و اسلام کی کشمکش کا ہے اور

ہم اپنا سارا وقت، ساری قوت اور ساری توجہ اسی مسئلے پر صرف کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ جب تک یہ مسئلہ حل نہ ہوگا دوسرے مسائل کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔"
(ترجمان القرآن ستمبر ۱۹۴۶ء ـــــ رسائل و مسائل صفحہ ۵۲۳ و ۵۲۴)

مودودی صاحب آج تک اپنی اسی پالیسی پر عمل پیرا رہے ہیں کہ فلسطین کا مسئلہ کوئی اصل مسئلہ نہیں محض اس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا حالانکہ اسرائیل کے بنتے پر بھی پندرہ ۱۵ برس گزر چکے تھے۔ مگر اب رسالہ "ختم نبوت" لکھتے وقت (مارچ ۱۹۶۲ء میں) یکایک ان کی توجہ اسرائیل کی طرف ہو گئی ہے اور ان پر عجیب و غریب انکشافات ہوئے ہیں۔ پہلے جو اصل کام نہ تھا وہ اب اصل کام نظر آنے لگ گیا ہے اور پہلے جس کے حل ہو جانے سے کوئی فائدہ متصور نہ تھا اب اسی میں سارا فائدہ دکھائی دے رہا ہے بلکہ بقول مودودی صاحب اب دو ہزار سال سے آسمانوں پر بیٹھنے والے مسیح اسرائیلی کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ اتر کر یہود سے یہ سلطنت چھین کر مسلمانوں کے حوالے کر جائیں۔

اپنے مسیح موعود کے متعلق یہود کے سہانے خواب

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ یہود کی تباہ حالی کے وقت انبیاء بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک مسیح آنے والا ہے جو اُن کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشگوئیوں کی بنا پر یہودی ایک ایسے مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو۔ لڑ کر ملک فتح کرے" لیکن جب حضرت مسیح ان کی توقعات کے خلاف آئے تو یہود نے انکار کر دیا۔

اس ذکر کے بعد مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ:-

"اُس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود (Promised Messiah) کے منتظر ہیں۔ ان کا لٹریچر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے تلمود اور ربیوں کے ادبیات میں اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کی خیالی لذّت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ اُمید لئے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی و سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں انہیں واپس دلائے گا اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر جمع کر دے گا۔" (ختم نبوت صفحہ ۵۵)

یہودی سلطنت خطرۂ عظیم بن گئی ہے

ان "سہانے خوابوں" کو حقیقت بنانے کے لئے یہودی کیا کچھ کر چکے ہیں؟

مودودی صاحب لکھتے ہیں:-

"فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کھینچ کھینچ کر چلے آ رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنسدان اور ماہرین فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جاتے ہیں اور اس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لئے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے۔"
(ختم نبوت صفحہ ۵۹)

گویا فلسطین کے جس مسئلہ کو کل تک مودودی صاحب ایسا "دور از نظر ماہر الہیات" "اہمیت" دینے کیلئے تیار نہ تھا وہ آج عالم اسلام کے لئے "خطرۂ عظیم" بن چکا ہے۔ اور آج اس پر مودودی صاحب آنسو بہا رہے ہیں۔

مودودی صاحب کی مرعوبیت اور سراسر وہمی انداز سے

اب مودودی صاحب کے سیاسی ذہن کو اس خطرۂ عظیم کے بارے میں کیا محسوس ہو رہا ہے لکھتے ہیں:-

(۱) "حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ (یہودی) ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اسی موقع پر وہ دجال اکبر ان کا مسیح موعود بن کر اٹھے گا۔" (صفحہ ۵۹)

(۲) "آخری بات جو ان احادیث سے اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال جس کے فتنہ عظیم کا استیصال کرنے حضرت عیسٰے ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا یہودیوں میں سے ہوگا اور اپنے آپ کو مسیح کی حیثیت سے پیش کرے گا۔" (صفحہ ۵۷)

(۳) "اس مسیح دجال کا مقابلہ کرنے کے لئے اللہ تعالے کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصلی مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی۔ کیونکہ یہی مقام اس وقت عین محاذ جنگ پر ہوگا۔" (صفحہ ۶۱)

(۴) "حضرت عیسٰے ابن مریم صحیح سالم نازل ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں

کو اس (دجال) کے مقابلے پر لیکر نکلیں گے۔ ان کے حملے سے دجال پسپا ہوکر افیق کی گھاٹی سے اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخرکار لُدّ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ اُن کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اس کے بعد یہودی چُن چُن کر قتل کئے جائیں گے اور ملّتِ یہود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ عیسائیت بھی حضرت عیسیٰؑ کی طرف سے اظہارِ حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی۔" (ختم نبوت ص۶۱)

مودودی صاحب کا تصور حکمتِ خداوندی کے خلاف ہے

قارئین کرام! یہودی سلطنت کا خطرۂ عظیم ہونا بلاشبہ **حقیقت** ہے مگر اس خطرہ کے مقابلہ اور ملّتِ یہود و نصاریٰ کے خاتمہ کی جو آسان صورت جناب مودودی صاحب نے تجویز فرمائی ہے وہ یہود کے مندرجہ بالا "سہانے خوابوں" کی ہی ایک شکل ہے۔ "اسرائیل" کی ظالمانہ سکیم کو ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو زندہ عمل اور مؤثر ایمان کی ضرورت ہے۔ ایسا ضرور ہوگا مگر اس کے لئے قربانی اور ایثار لازمی ہے محض خیالی پلاؤ سے ایسے کام نہیں ہوا کرتے۔

ان عبارتوں میں مودودی صاحب نے **دجالِ اکبر** کے بارے میں جو تصور دیا ہے اس پر مودودی صاحب کا اپنا مندرجہ ذیل اعتراض وارد ہوتا ہے کہ:-

"حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی موقع باقی نہ رہے حکمتِ **خداوندی** کے خلاف ہے۔" (رسائل و مسائل ص۵۶)

اگر وہ صورت پیدا ہو جائے جس کا مودودی صاحب نے ذکر کیا ہے تو عقلی آزمائش اور امتحان کا کونسا موقعہ ہے؟

دجّال یہود میں سے نہیں ہوگا

پھر یہ صورتِ حال قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے بھی خلاف ہے۔ یہود میں سے دجالِ اکبر کا ہونا احادیث سے ہرگز ثابت نہیں۔ مودودی صاحب خود "یہودی بچے" کے دجال ہونے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ابن صیاد پر آپؐ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید وہی دجال ہو اور حضرت عمرؓ نے تو قسم بھی کھالی تھی کہ یہی دجال ہے مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا۔ حرمین میں رہا۔ حالتِ اسلام میں مرا اور اس کی نماز جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔ اب اس کا کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا رہا۔" (رسائل ص۵۸)

اگر بایں ہمہ مودودی صاحب یہود میں سے ابن صیاد کے کسی مثیل کو دجال قرار دینے پر مصر ہوں تو انہیں ابن مریم کے کسی مثیل کو مسیح موعود بھی ماننا پڑیگا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ حَفِظَ عشر آیات من اوّل سورۃ الکہف عصم من فتنۃ الدجال (صحیح مسلم

باب فضل سورۃ الکہف جلد ا صفحہ ۳) کہ جو شخص سورۃ کہف کی شروع کی دس آیات بغور یاد کرلیگا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا۔ دوسری روایت میں سورہ کہف کی آخری دس آیات کا بھی ذکر ہے۔

سورۃ کہف کے شروع میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا کا بیٹا قرار دیتے اور اسکی تبلیغ کرتے ہیں اور قرآن مجید میں عیب اور کجی ثابت کرنیکی کوشش کرتے ہیں۔ آخری آیات میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو ساری زندگی دنیا کے لئے خرچ کر رہے ہیں اور انہیں اپنی عجیب ایجادات پر ناز ہے۔ ساری باتیں عیسائی پادریوں اور انکے سائنسدانوں پر منطبق ہیں نیز سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تکاد السموٰت یتفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال هدا ۝ ان دعوا للرحمٰن ولدا ۝ کہ عیسائیوں کے خدائے رحمٰن کا بیٹا ٹھہرانے سے آسمان پھٹ جانے زمین شق ہو جانے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جانے کے قریب ہیں۔ گویا یہ سب فتنوں سے بڑا فتنہ ہے پس عیسائیت کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہے اور مسیح موعود کے کاموں میں کسر الصلیب کا امتیازی ذکر بھی بتا رہا ہے کہ اس زمانہ میں صلیبی مذہب کثرت سے پھیل چکا ہوگا۔

الغرض آیات و احادیث کی روشنی میں دجال یہود میں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے اور دجال فرد واحد نہیں بلکہ ابنیت اور تثلیث کا پروپیگنڈا کرنیوالا گروہ دجال ہے پیشگوئیوں میں استعارات ہوتے ہیں آئندہ کے واقعات میں رؤیا میں کبھی ایک چیز یا ایک فرد دکھایا جاتا ہے مگر مراد کثرت یا گروہ ہوتا ہے۔ فرعون کے خواب میں سات سات گائیں اور سات سات بالیں دکھائی گئیں مگر مراد سات سات سال کی سب گائیں اور سب بالیں تھیں۔

دجال کا خروج مشرق سے مقدر تھا

دجال کے خروج کیلئے ممالک مشرقیہ مقدر تھے

آنحضرتؐ نے خود فرمایا تھا کہ:-

"میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا"

(رسائل و مسائل صفحہ ۵۳)

فلسطین تو مدینہ سے شمال میں ہے وہاں کے کسی یہودی کو دجال قرار دینے میں کوئی تُک نہیں ہے پس دجال عیسائیت کے فتنہ کے علمبردار لوگ یعنی پادری ہیں جنہوں نے ممالک مشرقیہ کو اپنا شکار سمجھ کر وہاں سے ہی خروج کیا تھا۔ جب یہ طے ہو گیا کہ دجال یہودیوں سے نہیں بلکہ نصاریٰ میں سے ہے تو مودودی صاحب کی ساری سکیم غلط قرار پا گئی۔ یوں بھی یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ ایک طرف تو مسیح کے ساتھی ستر ہزار تک انسان مر رہے ہوں مگر دوسری طرف مسیح کے تعاقب کے باوجود ایک یہودی بچہ دمشق سے دوڑتا ہوا مودودی صاحب کے نقشہ کے مطابق قریباً دو سو میل کے فاصلہ تک یعنی لد تک "ہوائی" دوڑتے تک مسیح کے قابو میں نہ آئے۔ یہ بڑی متضاد سی بات ہے حالانکہ وہ یہودی بچہ پانی میں نمک کے پگھلنے کی طرح پگھل بھی رہا ہے۔ یا للعجب!

حقیقت یہی ہے کہ قرآن و حدیث نے آخری زمانہ کا سب سے بڑا فتنہ عیسائیت کا فتنہ قرار دیا ہے۔ یاجوج و ماجوج بھی انہی مغربی قوموں کا حصہ ہیں مذہبی نقطۂ نگاہ سے وہ دجال ہیں اور رنگ دنیا سے کام لیکر دنیا پر غالب آجانے کے لحاظ سے وہ یاجوج و ماجوج ہیں۔ یہ قومیں آخری زمانہ میں

اسلام پر خاص یورش کرنے والی تھیں۔ یہی وہ فتنہ تھا جس سے ہر نبی ڈراتا آیا ہے اور اسی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تھے اور امت کو پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اس فتنہ کا علاج صرف قرآنی دلائل اور آسمانی **نشانات** میں ہے۔ اسی لئے صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اس مقابلہ کے وقت اللہ تعالیٰ مسیح موعود کو وحی فرمائے گا کہ اپنی جماعت کو طُور کی پناہ میں لے جا۔ یعنی آسمانی تجلیات کے ذریعہ یقین محکم پیدا کر کے دشمن کا مقابلہ کر۔

دوسری حدیث میں آیا ہے۔

"والقوۃ عدہ یومئذٍ بالقرآن

فان فتنتہ بلاء شدید۔

کہ اس دجال کے مقابلہ کے لئے طاقت قرآن مجید سے حاصل ہوگی کیونکہ دجال کا فتنہ بہت سخت فتنہ ہے (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۳)

تین صدیوں کے اندر اندر غلبۂ اسلام کی خوشخبری

مودودی صاحب نے کتابچہ کی آخری سطر میں لکھا ہے کہ "مسیح موعود کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلایا گیا ہے وہ ایک **جعلسازی** سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔" (ص۱۳) اس کے جواب میں خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے صرف سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک نہایت ایمان پرور اعلان درج کر کے ہم اپنے مقالہ کو ختم کرتے ہیں۔

وہ اعلان یہ ہے:۔

"مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آگئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی **تیسری صدی** آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں **ایک ہی مذہب** ہوگا اور **ایک ہی پیشوا**۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

خاکسار

۱۲ اپریل ۱۹۶۲ء — ابو العطاء جالندھری

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

پادری عبدالحق صاحب کا مناظرہ سے صریح فرار

پادری صاحب پر ہر پہلو سے اتمام حجت

قارئین الفرقان کو معلوم ہے کہ ہم نے عیسائیوں کے مشہور پادری عبدالحق صاحب کو دعوت دی تھی کہ وہ رسالہ ”مباحثہ مصر“ کے دلائل کا مہذبانہ جواب لکھیں ۔ نیز الوہیت مسیح وغیرہ اختلافی مسائل پر تحریری سیر حاصل بحث کر لیں ۔ پادری صاحب نے مباحثہ مصر کے دلائل کے جواب میں گالیوں کا ”ایک گلدستہ“ مرتب کر کے بھیج دیا مگر مباحثہ کا جواب لکھنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے ۔ ان گالیوں کی فہرست اور ہمارا جواب الفرقان دسمبر ۶۱ء میں شائع ہو چکا ہے ۔ ہم نے پادری صاحب کو آٹھ مضامین پر تحریری مناظرہ کے لئے دعوت دی جن میں سے چار میں پادری صاحب مدعی ہیں اور چار میں ہم مدعی ہیں ۔ اس سلسلہ میں میری چٹھی مورخہ ۲ جنوری ۶۲ء مطبوعہ الفرقان فروری ۶۲ء پر پادری صاحب بالکل خاموش ہو گئے ۔ میں نے آخری یاد دھانی ۲۸ مارچ ۶۲ء کو کرائی ۔

پادری صاحب نے ۶ اپریل ۶۲ء کو لاہور سے مجھے خط لکھا کہ فوراً لاہور پہنچ کر شرائط مناظرہ کا زبانی تصفیہ کر لیں ۔ میں اور اخویم قاضی محمد نذیر صاحب فاضل ۱۱ اپریل کو لاہور پہنچ گئے اور مقررہ وقت پر گیارہ بجے دن اخویم شیخ عبدالقادر صاحب مربی سلسلہ لاہور ، جناب چودھری منور لطف اللہ خان صاحب ایڈوکیٹ اور عزیز بشیر الدین احمد صاحب کو ساتھ لیکر پادری صاحب کے گھر پر حاضر ہو گئے جہاں تین چار عیسائی موجود تھے پادری صاحب سے پہلے زبانی طور پر گفتگو شروع ہوئی ۔ یہ طے ہو گیا کہ فریقین کے چار چار مسائل یعنی کل آٹھ مسائل پر مناظرہ ہو گا ۔ جب مضامین کی ترتیب کا سوال شروع ہوا تو پادری صاحب بگڑ گئے ۔ کہنے لگے کہ الوہیت مسیح پر پہلے مناظرہ نہیں ہو سکتا ۔ ہم پہلے تثلیث پر مناظرہ کریں گے ۔ میں بھانپ گیا کہ اب گریز کی راہ تلاش کی جا رہی ہے میں نے کہا کہ بہتر ہو گا ۔ کہ اس بارے میں تحریرات کا تبادلہ ہو ۔ تاکہ ریکارڈ محفوظ ہو سکے اور پتہ لگ سکے کہ کونسا فریق فرار کر رہا ہے ۔

تحریرات شروع ہوئیں پادری صاحب نے پے درپے تحریری طور پر بھی اصرار کیا کہ میں الوہیت مسیح پر پہلے مناظرہ نہیں کرونگا۔ اس پر میں نے انہیں لکھ دیا کہ بہت اچھا۔ ہمیں یہ منظور ہے آپ کو اختیار ہے کہ تثلیث پر ہی پہلے مناظرہ کر لیں۔ آپ اپنے مضامین کی خود ترتیب مقرر کر لیں۔ ہمیں اعتراض نہ ہو گا۔

اس مرحلہ پر پادری صاحب کے حواس بجا نہ رہے۔ انہوں نے لکھا کہ پہلے تین "غیر جانبدار علماء" مقرر کئے جائیں اگر وہ آپ کی تائید کریں تو میں تسلیم کرونگا۔ اس تحریر کو سن کر موجود الوقت عیسائی صاحبان بھی حیرت زدہ تھے۔ میں نے بار بار لکھ کر دیا کہ جب ترتیب مضامین کے نزاع میں ہم نے آپ کو اختیار دے دیا ہے کہ آپ جو ترتیب چاہیں اختیار کر لیں۔ اور اسکے علاوہ ابھی تک کسی بات میں اختلاف پیدا نہیں ہوا۔ تو پھر "غیر جانبدار علماء" کس لئے ہونگے۔ وہ کس بات کا فیصلہ کرینگے؟ مگر پادری صاحب بلا سوچے سمجھے اپنی بات پر ضد کرتے رہے۔ آخر کار میں نے لکھا کہ آپ ایک تو وہ بات معین کریں جس پر غیر جانبدار علماء سے فیصلہ کرانا مطلوب ہے دوسرے ان علماء کے نام لکھیں۔ اس پر پادری صاحب کے حواس کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے جو تحریر دی۔ اس میں امر متنازع فیہ پر نے تصفیہ کا ذکر کئے بغیر لکھ دیا کہ:۔

"مولوی ابوالعطاء صاحب! آپ ہی تین غیر جانبدار علماء کا جو لاہور میں موجود ہیں نام لکھ دیں"

اس پر میں نے انہیں جواب دیا کہ:۔

"پہلے آپ وہ بات تو بتاتے جس کے لئے غیر جانبدار علماء کی ثالثی کی ضرورت تھی؟ پھر مزید تعجب یہ ہے کہ تجویز خود پیش کریں اور نام مجھ سے لکھوائیں"

اس پر زبانی گفتگو اور خط وکتابت ختم ہو چکی ہے۔ تحریریں محفوظ ہیں اور حالات قارئین کے سامنے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۶۱ سے لیکر اپریل ۱۹۶۲ تک جو خط وکتابت دعوت مناظرہ کے بارے میں پادری صاحب اور میرے درمیان ہوئی تھی۔ ہم اسے عیسائیوں پر ایک اور اتمام حجت کے طور پر، انشاءاللہ، الفرقان کے آئندہ قریبی شمارہ میں مکمل طور پر شائع کر رہے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

ابوالعطاء جالندھری ۵ اپریل ۱۹۶۲ء

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا۔